حضرت امام حسن علیہ السلام کی فتح

اور

خدا کے دشمن کی شکست

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

HAZRAT IMAM HASAN (A.S.) KI FATEH
AUR
KHUDA KEY DUSHMAN KI SHIKAST

علیہ السّلام

حضرت امام حسن
کی فتح اور
خدا کے دشمن کی شکست

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ

• نام کتاب : حضرت امام حسنؑ کی فتح اور خدا کے دشمن کی شکست
• تالیف : علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
• مطبوعہ : نظامی پریس لکھنؤ
• سن اشاعت : May 2008
• ہدیہ مجلد : Rs.60/=

ملنے کا پتہ

نظامی پریس بکڈپو وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ
Tel.: (off)2267964,(Resi)2240672
Mob:-9935983520

فہرست

❀❀❀

تا نشیند آتشِ پیکارِ و کیں
پشتِ پا زد بر سرِ تاج و نگیں

علامہ ڈاکٹر اقبال

اس سے پہلے کہ جنگ کی آگ بھڑکتی
شاہزادۂ امن وخیر امام حسنؑ نے تاج وتخت کو ٹھکرا دیا

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

کسی بھی مذہب وملت کے افراد مذہب کی اچھی اچھی باتوں کو سن کر دیکھ کر اور رہبر کی سچائی و درست اندیشی کو دیکھ کر سچے دل سے مذہب کو قبول کرتے ہیں اور اگر وہ اپنے رہبر کو پاک باز اور سچا سمجھ لیتے ہیں تو پھر دل وجان سے اس مذہب کو مان لیتے ہیں کیونکہ عوام یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان کے رہبرانِ قوم خطا ولغزش سے دور ہیں تو عوام کے دل میں رہبران ومذہب کا بہت احترام ہو جاتا ہے اور وہ دل وجان سے پیروی کرنے لگتے ہیں اور اسی طرح اصلاح امت ہوتی ہے اور یہ بات کیسے ممکن ہو سکتی ہے کہ خطا ولغزش کرنے والے لوگوں کو عوام پسند کریں کیونکہ ایسی باتوں سے اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوگا اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ کسی بھی مذہب کے رہبر خراب ہوں اور لوگ ان کی پیروی کریں۔

❀❀❀

باب ۱

رہبروں کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ

شیعہ حضرات اپنے رہبروں کی عصمت وطہارت کے قائل ہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جناب محمد مصطفیٰؐ اور ان کے جانشین آئمہ معصومینؑ تمام کے تمام معصوم ہیں اور ہر قسم کی خطا ولغزش سے دور ہیں جیسے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سورہ احزاب آیت ۳۳)

اور ہم اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جانشین رسولؐ میں یعنی آئمہ معصومینؑ میں کچھ عناصر کا ہونا ضروری اور ابدی ہے جیسے علم، تقویٰ، نیک، خلق، خیراندیشی، جامع فضائل وکمالات بے حد بھرے پڑے ہوں اور یہ وہ حضرات ہیں کہ عام آدمیوں سے الگ خصوصیات رکھتے ہیں۔ فوق العادت ہر بات کی آگاہی رکھتے ہیں اور یہ رہبران ہر میدان میں کامیاب ہوتے ہیں جیسے سیاست، اقتصادیات، اجتماعی عقل ودانش اور اس طرح دین اور رہبر وعوام کو کسی طرح کا خدشہ نہیں رہتا ہے اور یہ ہر بات کا علم اپنے ذہن میں واقعے سے پہلے ہی رکھتے ہیں جس سے امت کی اصلاح ہوتی ہے۔ گویا یہ حضرات ہر ہر قدم پر کامیاب وکامران ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہر کام کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں گویا ان کے پاس علم غیب ہے اگر یہ بادشاہت بھی کریں گے تو برے کام نہیں کریں گے جیسے قتل وغارت گری

وغیرہ۔ ہمیشہ امرِ حق پر چلیں گے اور دوراندیشی سے کام لیتے ہیں تاکہ امت کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔

آئمہؑ طاہرین اور دین کی خدمت:-

پیغمبر محمد مصطفیٰؐ اور ان کے تمام جانشین (آئمہ معصومینؑ) یہ سب کے سب خاصانِ خدا میں سے ہوتے ہیں لہٰذا ہر اُمتی کا فرض ہے کہ ان کی ہر بات کو سنیں، دیکھیں اور عمل کریں۔ ہر بات میں ان کی پیروی کریں کیونکہ جو بات بھی وہ کہتے ہیں حجت ہے اور یہ حضرات اتنی صحیح اور سچی بات کہتے ہیں گویا وحیٔ الٰہی ہے اور ان سے کبھی خطا ولغزش کا امکان بھی نہیں ہے گویا ہر ہر کام ہمارے لئے پیروی کے قابل ہے کیونکہ یہ حکمِ خدا سے ہی کام کرتے ہیں۔

قرآن فرما رہا ہے کہ:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۂ احزاب آیت ۲۱)

تو اب عوام کیلئے لازم ہو گیا کہ ہر طرح اخلاق ورفتار میں پیغمبرؐ کا حکم مانیں اور انکے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگیوں کو کامیابی سے ہمکنار کریں اور دوسری آیت میں فرمایا کہ:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (سورہ حشر آیت ۷)

یعنی پیغمبرؐ تم کو جو کچھ دے وہ لے لو، قبول کر لو اور جس سے منع کرے وہ کام ہرگز نہ کرو۔ یہ حقیقت ہے کہ دونوں آیات جناب رسولؐ خدا کی شان میں آئی ہیں لیکن طبعاً اللہ اور اس کے رسولؐ دونوں کا منصوبہ ہے یعنی وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حضرات اولی الامر ہیں اور خداوندِ عالم نے ان کی اطاعت واجب کر دی ہے۔

امام حسن علیہ السّلام پر اعتراضات غلط ہیں:-

اب چونکہ ہم شیعہ ہیں ان کے ماننے والے ہیں تو واجب ہے ان کی پیروی کریں

نہ کہ ان پر کسی قسم کی تنقید کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ جیسا بھی سنا یا دیکھا گیا ہے کہ امام حسن مجتبیٰؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی کہ یہ بھی ایک عظیم جہاد ہے اس کو بھی موردِ اعتراض مان لیا اور لوگ کہتے ہیں کہ امام حسنؑ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کی طرح کیوں نہ جنگ لڑی اور شہادتِ سرخ حاصل نہ کی۔ اس طرح کم ساتھیوں کے ہوتے ہوئے صلح کیوں کی اور لوگوں کا نظریہ یہ ہو گیا کہ اس صلح سے ذلت ہوئی ہے۔ اب اس طرح چوں وچرا کرنا طرح طرح کے اعتراض کھڑے کرنا بے معنی ہے۔

یہ اعتراضات صرف جہالت بیوقوفی اور تعصب کی بناء پر کئے گئے ہیں جن سے ہوا پرستی مراد ہے۔ ایسے لوگوں کا خیال ہے کہ ''حق'' ہوا وہوس والوں کا غلام ہے اور امام حسنؑ نے سمجھتے بوجھتے ہوئے یا نادانستہ طور پر اپنی جان کی حفاظت کیلئے صلحِ معاویہ منظور کر لی اور اگر اس ''صلح'' کے بارے میں بہ نظرِ غائر دیکھیں اور غور کریں تو بہت بہترین کام کیا ہے۔ لوگوں کے خون وخرابے سے بھی بچ گئے اور اسی میں امت کی اصلاح تھی اور ایسا ہی حکم خدا اور رسولؐ ہے یعنی اصولِ اسلام کے تحت صلح کی ہے۔ امام نے بہترین مصلحت کے ساتھ ایسا کیا اور جب آپ رہبرِ قوم اور امام ہیں تو آپ سے بہتر سمجھ بوجھ رکھنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ اب دوست ہو یا دشمن کسی کو بھی اس بارے میں رائے زنی کا حق نہیں ہے۔ اب تو امام کی صلح کو صحیح اقدام ماننا چاہیئے۔ چہ جائیکہ، حاسد لوگ، باغی لوگ، جاسوس لوگ، دشمن لوگ اور دوست سب ہی انگلیاں اٹھانے لگے کہ یہ صلح باعثِ ذلت ہے حالانکہ ایسے نازک وقت میں اس طرح صلح سے بہتر اور کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ ان لوگوں میں حد درجہ ہٹ دھرمی، ضد، حسد اور جلن بھرا ہوا تھا اور یہ لوگ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے تھے۔

❁❁❁

باب ۲

بحث کی غرض

اب ہم صلحِ امام حسنؑ پر روشنی ڈالیں گے۔ امام حسنؑ چونکہ اسرارِ الٰہی کا خزانہ تھے اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ کسی نتیجے پر بات پہنچے تو اب ہم کو یہ کہنا پڑے گا کہ ایسے سنگین حالات میں کہ معاویہ نے شیطانی جال چاروں طرف بچھا رکھے تھے تو یہ صلح کرنا جہادِ عظیم تھا اور حالاتِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بہترین اقدام تھا۔

دراصل امام حسنؑ حالاتِ ناگفتہ بہ کو دیکھ رہے تھے تو آپ کو علیؑ ومحمدؐ کی طرح اسلامی انقلاب لانا تھا اس لئے آپ نے ایسے مکتب کی بنیاد ڈالی جو بعدِ وصالِ پیغمبرؐ وقت کی اہم ضرورت تھا اور اگر کوئی کمی رہ جاتی تو آنے والی نسلیں بھی برا کہتیں۔ اب یہ کہنا لازمی ہوا کہ صلحِ امام حسنؑ با معاویہ ایک سیاسی ضرورت تھی اور جو آگ جلی ہوئی تھی اسے بھی ٹھنڈا کرنا تھا اس لئے یہ صلح جہادِ عظیم تھا اور اس صلح سے علیؑ دشمنی جو برسوں سے چلی آ رہی تھی ختم ہو گئی کیونکہ معاویہ ملکِ شام میں سینکڑوں منبروں سے نمازِ جمعہ کے خطبوں میں حضرت علیؑ بن ابو طالبؑ پر تبرا کراتا تھا اس لئے آپ کا کام بحسن وخوبی انجام پایا۔ لیکن اگر تیز دھار آلے (تلوار) سے آپ کی شہادت نہیں ہوئی تو دوسرے طریقے پر زہر ہلاہل کے ذریعے آپ کی شہادت ہوئی اور آپ بھی اسلام کے شہید ہیں۔ اب یہ کہنا بجا ہوگا کہ امام حسنؑ نہ تو اسلحہ کی موت سے فرار چاہتے تھے اور نہ امام حسنؑ نے کسی ڈر یا خوف (موت) کے سبب صلح کی۔

ہم نے اس بارے میں کافی بحث کی ہے لیکن اب ہم حکمِ رسالت کے مطابق جو کام (صلح) انجام دیا ہے اس پر روشنی ڈالیں گے۔ اب یہ ضروری ہوا کہ ہم جنابِ رسولؐ خدا کی وفات کے بعد جو زمانہ دشمنِ اہلبیتؑ ہو گیا انقلابِ عظیم برپا ہو گیا اسے بیان کریں۔

اِسی بارے میں پیغمبرِ اسلام کی وفات کے بعد:-

امام حسنؑ کی صلح معاویہ کے ساتھ ایسے نازک حالات میں وقوع پذیر ہوئی کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد اسلام فرقوں میں بٹ چکا تھا۔ ایک آئمہؑ کا فرقہ جس کا تعلق اللہ و رسول کے احکام سے تھا اور وہ تھا علیؑ اور اولادِ علیؑ کا راستہ حق۔ دوسرا فرقہ دنیاوی ہوا و ہوس پرست مسلمانوں کا ہو گیا جو مجبوراً یا ظاہراً مسلمان تھے اور صرف نام کے مسلمان تھے لیکن ہمیشہ سے اسلام کے دشمن تھے۔ رسولؐ کی وفات کے بعد ان لوگوں کو موقع مل گیا اور انہوں نے اپنی من مانی کے تحت دنیاوی حکومت بنالی۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں رائے مشورہ کر کے اپنی دنیاوی حکومت بنا کر خلیفۂ رسولؐ ہونے کا دعویٰ کر دیا اور وفاتِ پیغمبرؐ پر کفن دفن میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولؐ اللہ کی وفات سے آج بھی یہ لوگ بہرہ ہیں صرف جشنِ آمدِ رسولؐ تو آدھے دن کیلئے مناتے ہیں اور چونکہ وفات بھی اسی تاریخ کو مناتے ہیں لیکن وفات کا غم نہیں مناتے۔ ہر طرح سے یہ محروم ہیں (منا امیر منکم امیر) غرض ان شیطانی چیلوں نے غلط طریقے سے بھاگ دوڑ کر کے حکومت بنالی۔ حالانکہ حکمِ خدا اور رسولؐ کی زبردست خلاف ورزی کی ہے۔ حکمِ پیغمبرؐ کو پائمال کیا ہے اور زبردست دشمنی مولا علیؑ سے شروع کر دی اور جتنا بھی ہو سکا حق علیؑ و فاطمہؑ کو غصب کیا اور بعد میں اولادوں اور ساداتِ فاطمہؑ کا قتل عام کیا۔ یہ ہے مسلمانوں کی کارکردگی۔

اب اے عقل کے اندھے مسلمانوں کچھ تو عقل سے کام لو سوچو سمجھو کہ یہ وفاتِ

پیغمبرؐ کا دن یومِ عزا، یومِ غم ہے نہ کہ جشن و خوشی کا دن کیونکہ رسولؐ اللہ نے صحیح دین اسلام کی تعلیم دی۔ عرب کے جاہل بدوؤں کو انسان بنایا، دشمن تھے دوست بنایا، ڈاکو تھے ایماندار بنایا اور بالکل پاک و صاف زندگی گزارنے کی تعلیم دی۔ آج سے آپؐ کی وفات کے بعد دین کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔ جو ہستیاں خاصانِ خدا تھیں مسلمانوں نے ان کو قتل کیا اور اتنا محتاج کر دیا کہ ہفتوں بلکہ مہینوں تک ان کے گھر سے دھواں بلند نہیں ہوا یعنی کھانا نہیں پکا۔ ان اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کو بھوکا اور پیاسا مارا، نیک و متقی حضرات کو چن چن کر مار دیا گیا اور کچھ گوشہ نشین و گمنام ہو گئے اور زنا کار شرابی ڈاکو دندناتے پھرنے لگے۔

سقیفہ بنی ساعدہ، علیؑ کے خلاف:-

اب مسلمانوں نے (خلافِ شریعت) اپنا بنایا ہوا رازدارانہ مکان کہ جسے سقیفہ کہتے تھے اسے آباد کر لیا اور رات دن حکومت کی تشکیل نظروں میں گھومنے لگی۔ حرام و حلال کی تمیز نہ رہی، خوفِ خدا دلوں سے جاتا رہا۔ مکمل شیطانی قبضہ ان کے دماغوں پر ہو گیا اور زور و شور سے علیؑ دشمنی شروع کر دی۔

غلط پروپیگنڈہ کیا جانے لگا کہ معاذ اللہ علیؑ بچے تھے جب اسلام لائے۔ بنی ہاشم سے دشمنی کی گئی، خاندانی رنجش و چپقلش نے زور پکڑا۔ علیؑ کے ساتھ ساتھ رسولؐ کی ذات میں بھی برائیاں تلاش کرنے لگے اور رسولؐ کو عام انسانوں کی طرح (اپنی طرح کا انسان) ماننے لگے۔

اب چونکہ حکمِ رسولؐ تھا کہ اے علیؑ میرے مرنے کے بعد بے شمار فتنے دین اسلام میں پیدا ہوں گے تم تلوار نہ چلانا بلکہ صبر سے کام لینا ورنہ اسلام کمزور ہو جائے گا۔ اس طرح حضرت علیؑ نے اللہ و رسولؐ کے حکم کی پوری پوری تکمیل کی اگرچہ اس کے نتیجے

آگے چل کر بہت خطرناک ہوئے مگر علیؑ نے حکم مانا۔

اب علیؑ کی خاموشی سے بے شمار بلائیں، مصیبتیں آنی شروع ہو گئیں۔ سب سے پہلے تو پاک بی بی حضرت فاطمہؑ بنت محمد رسولؐ اللہ کی شہادت ہوئی۔ محبانِ علیؑ و فاطمہؑ نیز سادات و آلِ رسولؐ کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ اسلام کے مجاہدین اور سربازوں کو قتل کیا گیا وغیرہ۔

حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی ساز باز کر کے ابن ملجم سے ضربت لگوا کر شہید کرایا گیا۔ امام حسنؑ کو زہر دیا گیا جس میں معاویہ کی شاطر چالیں تھیں پھر امام حسینؑ کی شہادت واقعاتِ کربلا اور ان کے بعد بنی فاطمہؑ کو قتل کرایا گیا جو آج تک بھی جاری ہے۔

اب یہاں یہ کہنا بجا ہوگا کہ:

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثُریا میرود دیوار کج

''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''

غرض مسلمانوں نے ایسی بے دینی حرکتیں کیں جس کے سبب تمام دنیا میں ذلیل ہو گئے بلکہ آج تک ذلیل ہیں اور آگے نہ جانے کیا کیا ظلم ڈھائینگے الحفیظ والامان۔

شکست خوردہ لوگوں کی فتح:-

اب کیا تھا رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد اسلام کے ٹھیکدار وہ لوگ بن گئے جن سے اسلام کا دور کا واسطہ بھی نہیں تھا۔ جو مشرک اور کافر تھے مجبوراً انھوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا۔ حق علیؑ و فاطمہؑ غصب کر کے خلیفۂ رسول اور رضی اللہ بن گئے اور جتنی بھی شکستیں، جہادوں اور جنگوں میں پائی تھیں سب کا بدلہ لینے کیلئے تُل گئے۔ رسولؐ اللہ نے جن لوگوں پر لعنت بھیجی تھی کافر قرار دیا تھا وہی خلیفۂ رسولؐ بن بیٹھے یہاں تک کہ

بات بڑھی کہ خلافتِ اول و دوم میں تو جو ہوا سو ہوا مگر خلافِ سوم حضرت عثمان کے زمانے میں تو دین اسلام اتنا خراب ہو گیا تھا گویا کہ اسلام کو کینسر ہو گیا تھا لیکن یہ دنیاوی ہوا و ہوس کے پرستار اپنی حکومت کی بنیادیں مضبوط کرنے میں ہی لگے رہے حالانکہ اس زمانے میں مذہبِ اسلام رسوائے زمانہ ہو گیا اس لئے سید قطب فرماتے ہیں کہ اے کاش (کیا ہی اچھا ہوتا) اگر حکومت حضرت عمر کے فوراً بعد حضرت علیؑ کو مل جاتی تو عوام حکومتِ عثمان کی نیرنگیوں سے دوچار نہ ہوتے۔ اب اگر آپ نظرِ عمیق سے دیکھیں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جتنے بھی منافق و مشرک تھے انھوں نے اپنی گردن اونچی کر کے پرانے بدلے لینے کی کوششیں شروع کر دیں۔

ایسے نازک وقت میں اسلام کی حفاظت کی ضرورت تھی کہ عوام اسلام کیلئے اپنا دل و جان لگا دیں۔ دشمنانِ اسلام، اسلام اور مسلمانوں سے بدلہ لینے کیلئے تیار ہو گئے۔

ان بے وقوفی کی باتوں میں کچھ گروہِ مومنین بھی شریک ہو گئے اب کیا تھا انھوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسلام سے ایسا بدلہ لیا کہ کافر بھی اس سے برابرتاؤ نہیں کر سکتے تھے اور جو لوگ راہِ حق پر تھے ان کو قتل و غارت کر دیا گیا۔ اس طرح ان انسان نما بھیڑیوں نے مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا۔

❁❁❁

باب ……۳

لوگوں کی ذمہ داریاں

ایسے وقت میں ذمے دارانِ اسلام کی ذمے داریاں اور بڑھ گئیں اور انھوں نے دین اسلام کے بچانے کیلئے اپنی ممکنہ کوششوں سے کام لیا۔ اچھے دین پرست لوگوں کو قتل کیا جانے لگا یا سزائیں اور جرمانے اور جعلی مسلمان دین اسلام کے مفتی اور رہبر بن گئے، خلافت پر بیٹھ گئے اور جعلی حدیثیں گھڑی جانے لگیں۔ خاندانِ رسالت کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے اور ہر طرف مکر و فریب کا جال پھیلا دیا گیا پھر طرح طرح کے حیلے بہانے سے آلِ محمدؐ و سادات کا خون بہایا جانے لگا۔

ذمے داری کا ماحصل:-

جس طرف بھی دیکھو عقل و شعور کا کوئی کام نہ تھا صرف پیسہ بٹورنا اور توہین آلِ رسولؐ یہی کام رہ گیا تھا۔ یہ عرب کے بدو انتہائی جاہلیت میں پھنس گئے، سیاست میں بے ایمانی آ گئی۔ روم و ایران پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا اور بادشاہ بن کر بیٹھ گئے۔ دروازہ پر پردہ ڈال لیا گیا۔ عوام سے رابطہ کاٹ لیا گیا۔ انسانوں کے ذہن میں بات آ گئی کہ:

الناس علیٰ دین ملوکھم

گویا جیسا راجہ ویسی ہی پرجا پر عمل ہونے لگا دنیا پرستی اختیار کر لی، طور طریقہ ہائے

اسلامی بھلا دیئے گئے اور نئی روش پر خلافت چل پڑی اور مسلمانوں کے ذہن میں جہاد، جنگ، قتل و غارت گری وغیرہ بیٹھی ہوئی تھی۔ سب کچھ ختم کر دیا گیا اور بادشاہ کو عیش و عشرت پسند آ گئی جو اسلام کے خلاف تھی۔ جہاد کی قوت اور اطاعتِ اسلام نے اپنا سامانِ سفر باندھ لیا اور دنیا پرست لوگ جو مفت کی روٹیاں توڑتے تھے ان کے خوشامدی ٹٹو مصاحب و مشیر بن گئے۔ اب لوگوں میں حضرت علیؑ کی ذات سے نفرت پھیلانے لگے اور جعلی حدیثیں گھڑنے لگے، بیباکی سے جرائم ہونے لگے۔ دین اسلام کا چہرہ مسخ کر دیا گیا لوگوں کے حقوق غصب ہونے لگے لیکن کسی میں بھی اتنی مجال نہ تھی کہ اس کا سدِ باب کیا جا سکے۔ نیک اور پاک باز لوگ گوشہ نشین ہو گئے اور شاطر و چال باز مکار دغا بازوں کی بن آئی۔ اب مختصراً حالات سنیئے گا۔

دھوکا دہی:-

حکوت کے نمائندے ظلم کرنے لگے اسلام کے خلاف۔ علیؑ کے خلاف جھوٹی حدیثیں گھڑی جانے لگیں۔ مفتیانِ دین اور کٹھ ملا چند ٹکوں کے عوض بک گئے یعنی مکاری کی حد ہو گئی کہ ملا حضرات (فریب دینے کیلئے) منبروں پر دورانِ تقریر رونے بھی لگتے تھے تاکہ لوگ ان کو متقی سمجھیں۔ لوگوں کے اور اسلام کے حقوق پامال ہو گئے، ملا لوگ سروں پر عمامے پگڑیاں لگا کر کھلم کھلا دین کے خلاف کام کرنے لگے اور اس فریب کاری کو ہی دین اسلام سمجھا جانے لگا۔

جاہلیت کو برقرار رکھنا:-

اور اب قومِ عرب نے اسلام کو چھوڑ کر اپنی جاہلانہ رسمیں اسلام میں داخل کر دیں اور کالے گورے عربی و غیر عربی کا فرق نظر آنے لگا جس سے زندگیاں تباہ ہو گئیں۔ اب بیت المال دونوں ہاتھوں سے لوٹا جانے لگا اور تفریق رشتہ و دوستی وغیرہ کی بنیاد پڑ گئی۔

حالانکہ پیغمبرِ اسلام نے گورا کالا عربی عجمی وغیرہ سب کی تفریق ختم کر کے تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا اور بیت المال سے بھی ہر حقدار کو اپنے حصے کے مطابق ہی مال دیا جاتا تھا اور ہر شخص اپنے آپ میاں مٹھو بننے لگا اور بیت المال کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ان باتوں سے مستحقین و غریب لوگوں کی حق تلفی ہونے لگی، شرافتِ انسانی ختم ہو گئی اور رسمِ جاہلیت شروع ہو گئی۔ پرانی دشمنیاں جن گروہوں کی چل رہی تھیں وہ عروج پر چلی گئیں اور اسلام تو برائے نام ہی رائج رہا در اصل ان کمینے لوگوں نے اسلام کا نام لے کر ہر جائز و ناجائز عمل شروع کر دیا یہ ہیں مسلمان کے کارنامے۔ (یعنی کالے کرتوت)

قتل و غارت گری اور بزرگوں کی توہین:-

اب کیا تھا چاروں طرف لوٹ مار اور غارتگری کا بازار گرم تھا۔ نفاق، حسد، فتنہ جڑ پکڑ چکا تھا۔ دھیرے دھیرے بزرگوں کو قتل کیا جانے لگا، مال و اسباب، گھر بار لوٹ لیا جاتا تھا اور حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے صحابیٔ رسولؐ کی بھی عزت گرا دی گئی جن کی رسولؐ اللہ نے تعریف کی تھی۔ حجر بن عدیؓ جیسے صحابیٔ رسولؐ کو قتل کر دیا گیا اس طرح کافی صحابیٔ رسولؐ قتل کر دیئے گئے یا گوشہ نشین ہو گئے اور سرکاری گماشتے ایک ایک بات کی خبر معاویہ کو پہنچاتے رہے اور اسکی خوشنودی حاصل کر کے بیت المال سے بڑا معاوضہ وصول کرتے رہے اور دین کو تباہ کرتے رہے۔

اسلام کو ختم کرنا:-

یہ جعلی خلیفہ دین کو تباہ کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کی خود ذمہ داری لی ہے۔ اسلام کے پیشوا انتقال فرما چکے تھے اور ان کا سبق بھلایا جا چکا تھا کیونکہ روحانی لوگ یہ چاہتے تھے کہ دین اسلام کی حفاظت میں ہماری جان چلی جائے لیکن اسلام پر کوئی آنچ نہیں آنے پائے اور معاویہ و عثمان کا نظریہ یہ تھا کہ ہم زندہ رہیں

چاہے اسلام نیست و نابود ہو جائے۔ ہمیں پرواہ نہیں ہے اور ہر جگہ حکومت کے گماشتے (بدقماش، نابنجار لوگ) حکومت کر کے اسلام کے خدوخال کو مٹا دیں اور آگے چل کر یزید جیسے جابر و فاسق نے خلافت حاصل کر لی اور اس نے رسولؐ خدا کے خلاف (اور اسلام کے خلاف) یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ (خاکم بدہن) بنی ہاشمؑ نے ایک ڈھونگ اسلام کا رچایا تھا نہ کوئی وحی ان پر آتی تھی اور نہ کوئی فرشتہ آتا تھا یہ ایک کھیل کھیلا گیا تھا۔

یہ اس سے پہلے مدعیٔ خلافتِ پیغمبرؐ تھے کہ اقرباء پروری اور دوست پروری بیت المال سے کی جاتی تھی اور ہر شادی کے موقع پر ہر ہر انسان کو ۲۰۰ ہزار درہم یعنی (دو لاکھ درہم) بیت المال سے دیئے جاتے تھے۔

معاویہ اس موقع پر منبر پر تقریر کیلئے آیا اور کہا کہ:

یا ایھا الناس۔ میں تم پر روزہ و نماز و جہاد مسلط کرنے کیلئے نہیں آیا کہ تم اس کی پابندی کرو میرا مقصد تم پر حکومت حاصل کرنا تھا سو وہ پورا ہو گیا اور اب اے گروہِ انسان میں معاویہ تم سے کہتا ہوں کہ نیک نیتی اور امانت داری سے کوئی کام نہ کرنا کہ یہ سب بے کار کی باتیں ہیں اس سے خلافت میں رنج واقع ہوتا ہے لہٰذا ہمارا مقصد اسلام سے اور اسلام والوں سے بدلہ لینا تھا کہ اہل اسلام کی زندگیوں کو تباہ کر دیں سو وہ تباہ کر دی گئیں اور ان نیک اسلام پرست ہستیوں سے ان کی عظمت و شان کو چھین لیں چنانچہ ہم نے یہ تمام کام انجام دے دیئے اب چونکہ ہمارا سارا غصہ اسلام پر ہے جس نے وقتاً فوقتاً معاویہ و ابوسفیان کو شکست دے کر ذلت دی ہے۔ اب ہم اسلام سے دل کھول کر بدلہ لیں گے کیونکہ اسلام نے ہماری شان و شوکت کو مٹی میں ملا دیا تھا۔

❁❁❁

باب……۴

حضرت علیؑ کی فریاد اور راز

یہاں سے ہم کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کی خلافت کے زمانے میں اتنی پریشانیاں کیوں آ گئی تھیں کہ جو حل ہونے میں نہیں آ رہی تھیں اور علیؑ رات دن اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے تھے اور صحابہ کے گھر ان کی مدد کرنے جاتے تھے تاکہ اسلامی قانون قائم رہے۔ حضرت علیؑ کا پورا زمانہ ایک دم دشمن ہو گیا لیکن آپ نے صبر کیا کیونکہ جناب رسولؐ خدا آپ کو نصیحت فرما گئے تھے کہ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں صبر کرنا کیونکہ ابھی دین اسلام کمزور ہے اگر تم نے جوش میں آ کر تلوار نکالی تو اسلام کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اسلام کی حالت دن بدن کمزور ہوتی گئی ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' اسلام کے چاہنے والوں کی ذلت ہوتی رہی اور مومن حضرات یہ زہر جیسا کڑوا گھونٹ پیتے رہے اور برابر مسلمان ذلتیں برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ دشمن نے بہ زورِ شمشیر آپ کو شہید کروا دیا تو آپ نے فرمایا کہ (فُزتُ بربِ الکعبہ) یعنی کعبے کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

علیؑ کی حکومت میں:۔

خلیفۂ عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد حضرت علیؑ کو ایسے ناگفتہ بہ حالات میں خلیفہ بنایا گیا کہ مسلمان دربدر اور پریشان تھے۔ نیک لوگوں نے اپنا راستہ خدا کی طرف اپنایا

اور کمینے بے غیرت لوگوں نے شیطان کی طرف رخ کیا۔ لٰہذا غنڈے بدمعاش مالدار بن گئے اور غریب و مومن بے بس ہو گئے اور اب دشمنانِ اسلام نے نئی کروٹ لی اور مومنین کو موت کے گھاٹ اتارنے لگے۔

امام حسن علیہ السّلام کی حکومت میں:۔

اسلام کی جوانی کو بڑھاپے میں بدلنے کی سازش کر دی گئی اور دین محمدیؐ کو بیمار کر دیا گیا۔ پھر جب یہ بچہ جو خورد سال ہے اس کی گوشمالی شروع کر دی اور جیسے بچہ اپنے والدین کی گود میں بیٹھ کر تمام ڈرامہ دیکھتا رہتا ہے اسلام بالکل بچے کی طرح حالات دیکھتا رہا۔ پیغمبرؐ اسلام کی موت کے بعد دنیاوی لوگ تو بنی سقیفہ چلے گئے مگر حضرت علیؑ رسولؐ خدا کی تجہیز و تکفین میں لگے رہے اور دشمن غارت گری میں لگ گئے۔ باغِ فدک کو غصب کر لیا گیا پھر بی بی فاطمہؑ کا حق مارا گیا عدالت میں بلایا گیا پھر مولا علیؑ کو شہید کرایا گیا ابوبکر کا بے عزتی کرنا۔ ابوبکر، عمر، عثمان کی خلافت دیکھی اور مولا علیؑ کو آس پاس بیٹھے دیکھا ان ظلموں پر سب کی زبان بند رہی کسی نے احتجاج نہیں کیا نہ حق کے بارے میں حق کی بات کی۔

اب عثمان مارے گئے چار سال سات ماہ حکومت کی مگر اس دوران بری خبریں آپ کو سننا پڑیں اور اسلام میں برابر فتنہ پڑا رہا اور مسلمانوں کا قتل عام ہوتا رہا۔

❀❀❀

باب……۵

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد

امام حسنؑ اپنے والد کی وفات کے بعد مسجد میں آئے اور لوگوں کے برابر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابن عباس نے جماعت کی طرف منہ کر کے کہا کہ ایھا الناس یہ فرزندِ پیغمبرؐ ہیں جو اپنے باپ کے جانشین ہیں اگر تم ان کو پسند کرتے ہو تو یہ تمہارے ساتھ ہیں وگرنہ کراہت رکھو گے تو یہ تمہارے پاس سے چلے جائیں گے۔ لوگ یہ بات سن کر رونے لگے اور امام کے چاہنے والے بن گئے۔ امام نے اللہ تعالیٰ کے شکر کے بعد اپنے خاندان کے اثاثوں کا ذکر کیا کہ صرف سات سو درہم چھوڑے ہیں اور ارادہ ہے کہ گھر میں بیٹھ جائیں۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد اصلاحِ امت اور اسلام کا ذکر کیا اور قرآن نے تم کو حکم دیا ہے کہ اہلبیت سے محبت کرو۔

(قُل لا اسئلکم علیه اجراً اِلّا المودة فی القربیٰ)

پھر منبر سے نیچے آ کر فرش پر بیٹھ گئے۔ ابن عباس دوبارہ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے (امام کیلئے) بیعت طلب کی اور سب سے پہلے آپ نے خود بیعت کی ابن ابی الحدید نے ۲۳ ماہِ رمضان کو ۴۰ھ میں شرح نہج البلاغہ کی تحریر شروع کی جس کے مطابق پھر امام کی بیعت شروع ہو گئی اور امام نے تختِ خلافت کو قبول کیا۔

ناسازگار حالات (اُس زمانے کی پریشانیاں):۔

امام وارثِ مشکلات ہیں جو برسوں سے تحقیق سے ثابت ہو رہا ہے اور امورِ

مسلمین کا مقابلہ سختی سے کرتے ہیں۔ معاویہ کا زمانہ ہے۔ شرافت ختم ہو چکی ہے اور عمرو عثمان کی ان کے روبرو تعریف کی جا رہی ہے اس طرح سے مشکلات چاروں طرف ہیں جو لوگ اسلام سے شکست کھا چکے تھے سب اکٹھا جمع ہو گئے ہیں اور اسلام سے بدلہ لینے کی تیاری کر رہے ہیں۔ قوم کے رہبر بنے ہوئے ہیں۔ معاویہ نے اصحابِ رسولؐ کو رشوتیں دے کر خرید لیا ہے گورنر اور حکومت کے کارکن لوٹ مار میں لگے ہوئے ہیں۔ کینہ پرور اور کمینے لوگ خوشحال ہیں اور عیش اڑا رہے ہیں۔ حمایت کرنے والے خواہ معاویہ کے ہوں یا امام حسنؑ کے ہوں اپنی جان لگائے ہوئے ہیں۔ اب ان کو معاویہ پیسے دے کر اپنا بنائے یا امام حسنؑ اپنا بنائیں۔ جو لوگ پیامبرؐ کی حیات میں چاہتے تھے کہ ہم امام حسنؑ کو اپنا رہبر بنائیں وہ کاتبِ وحی سمجھ کر معاویہ کے پاس جا رہے ہیں۔ چاروں طرف لوٹ مار ہو رہی ہے، لوگوں کا شور بلند ہے کہ انصاف کرو۔ بنی امیہ جتنے بھی وعدے کرتے ہیں وہ نقش بر آب ثابت ہوتے ہیں۔ غرض اس قسم کے ناسازگار حالات میں امامؑ کس طرح رہبری کر سکتے ہیں۔

امام حسنؑ اور دورِ منافقت:۔

قوتِ برداشت سے باہر بات ہے اور امام کا مقابلہ معاویہ سے ہے۔ معاویہ جو مشرک تھا اور فتح مکہ کے وقت (مصلحتاً) اسلام قبول کیا تھا اسے مسلمان کہنا کب روا ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہیں سلامتی اور بھائی چارہ جب کہ معاویہ تو فتنہ گر ہے گویا لبادہَ اسلام اوڑھ کر اسلام کے نام پر شب خون مارا ہے اور معاویہ نے سوچ سمجھ کر شام کی گورنری قبول کی تھی کیونکہ زمانۂ عمر میں اس کے دل میں تھا کہ اسلام سے بدلہ لینا ہے اور حضرت عمر بھی یہ بات چاہتے تھے کہ علیؑ کے مقابل معاویہ کو لایا جائے چونکہ معاویہ برسوں سے شام کا حاکم تھا۔ ۲۰ مہینے تک معاویہ کی جنگ حضرت علیؑ سے رہی مکاری

سے معاویہ نے حضرت علیؑ کو شہید کرادیا اور امام حسنؑ جانشینِ مولا علیؑ بن گئے۔

اب یہ مکاری، سیاست اور دھوکے بازی وغیرہ امام حسنؑ کو پسند نہ تھی اور اصحاب بھی کمزور خیال تھے اس لئے امام حسنؑ نے معاویہ سے چند شرطوں پر صلح کرلی اور خاصانِ خداوالی زندگی گزارنے لگے۔ چھ ماہ تک چپقلش چلتی رہی وغیرہ۔

صلح کا راز:-

اب ہم امام کی مصلحت اندیش دانشمندانہ صلح کے بارے میں کچھ تذکرہ کریں گے کہ آپ نے معاویہ سے کیوں صلح کی۔ اس کی کئی وجوہات ہیں کچھ حضرات تو اس صلح کو اچھا تصور نہیں کرتے حالانکہ امام کی عقل کی برابر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا ہے اور یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ بھی نہیں ہے کیونکہ مولائے کائنات حضرت علیؑ ابن ابو طالبؑ کی اچانک شہادت ہوگئی۔ اب معاویہ کھل کر امام حسنؑ کے مقابل آگیا اور اپنی مکارانہ چالیں چلنا شروع کردیں۔ اسلئے ہم امام حسنؑ کی صلح کی مصلحت آمیز باتیں بیان کریں گے۔ اب امام حسنؑ کی شخصیت سے ہم کو متعارف ہونا پڑے گا کہ آپ کی ذاتِ والا صفات کن اوصافِ حمیدہ کی حامل تھیں ان کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔

امام حسنؑ کی سیرتِ مبارک:-

اس جگہ ہم آپ کی پرورش کے بارے میں بتائینگے کہ پیغمبرؐ کی گود میں پرورش پائی اور خاصانِ خدا میں شمار ہوئے۔

امام حسن علیہ السّلام کا ظہورِ نور:-

۱۔ ہجرت کے تیسرے سال ماہِ رمضان کی ۱۵ تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے۔

۲۔ حضرت علیؑ اور بی بی فاطمہؑ کی سب سے پہلی اولاد امام حسنؑ ہیں۔

۳۔ آپ کا نام نامی پیغمبرؐ نے رکھا ''حسینؑ'' سب سے بہترین۔

۴۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب سبط ہے۔ السید الزکی، المجتبیٰ التقی وغیرہ ہیں۔

۵۔ پیغمبرؐ نے آپ کے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

۶۔ پیغمبرؐ نے ہی آپ کا عقیقہ کیا قربانی کی بال ترشوائے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔

۷۔ اہلِ مباہلہ کے ایک فرد امام حسنؑ ہیں اور اصلِ کساء میں سے ہیں۔

۸۔ سات سال اور چند ماہ زمانۂ پیغمبرؐ میں گزارے۔

۹۔ ۴۸ سال کی زندگانی ہوئی جس میں ۱۰ سال امامت کی۔

۱۰۔ سال ۵۰ ہجری میں شہادت پائی۔ وجہ وفات زوجہ جعدہ بنت اشعث نے معاویہ کے کہنے سے زہر دیا اور آپ کی قبر منور بقیع میں ہے۔

۱۱۔ ایک روز معاویہ نے برسرِ مجلس اعلان کیا کہ اے لوگو بتلاؤ کہ شجرۂ نسب کے اعتبار سے کونسی ذات افضل ہے۔ مالک بن عجلان نے کہا کہ حسنؑ بن علیؑ، حسنؑ بن فاطمہؑ۔ عمرو عاص مکار نے کہا کہ تم نے غلط جواب دیا (یعنی معاویہ افضل ہے) مالک بن عجلان نے کہا کہ میں نے بالکل حقیقت بیان کی ہے۔ بنی ہاشم پاک گوہر کی مثل ہیں، صاحبِ بخشش وعطا ہیں۔ معاویہ ایسا نہیں ہے۔ معاویہ نے کہا وہ کیسے؟
(تاریخ بیہقی، ج۔۱، ص۔۲۶)

تربیتِ امام حسنؑ:-

انہوں نے اپنی ماں پاک بی بی حضرت فاطمۃ الزہرہؑ بنت خدیجہ کی گود میں پرورش پائی جو سیدِ نساء اھل الجنہ ہیں اور باپ بھی ایسے اعلیٰ و افضل کہ افضل المومنین (امیر المومنین) ہیں کہ رسولِؐ خدا کے بھائی بھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے پاک و پاکیزہ ماحول میں صاحبِ وحی کی گود میں پرورش پائی۔ پیغمبرؐ نے خود ان کی پرورش کی، پیغمبرؐ نے کان میں اذان کہی اور ماں بی بی فاطمہؑ نے اچھی اچھی باتیں کان میں کہیں تا کہ یہ پرورش کا

ماحول اُمت کے لئے ایک مثال بن جائے۔

مسجد میں، گلی میں، سفر میں، نانا کے ساتھ رہے اور بابا علیؑ کے ساتھ رہے۔ کبھی پیغمبرؐ نے نماز کی حالت میں اپنی کمر پر بٹھایا اور کبھی منبر پر اپنے پاس بٹھایا۔ لہٰذا یہی کہنا مناسب ہوگا کہ آپ تربیت یافتۂ پیغمبرؐ ہیں بلکہ تربیت یافتۂ خدا ہیں اور ہر قول و فعل وحیٔ پیغمبرؐ کے مطابق ہے اور علیؑ و فاطمہؑ جیسا طاہر و مطہر کردار جس میں لغزش و خطا کا کوئی امکان نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے شاملِ حال رہی اس معنی میں امام حسنؑ کی ذات پاکیزہ ہے۔

حضرت رسولِؐ خدا اور امام حسنؑ:-

رسولِؐ خدا کو اپنے نواسوں حسنؑ اور حسینؑ سے بے انتہا محبت تھی کہ آپ اپنی گود میں لے کر فرماتے تھے (الحسینؑ منی وانا من الحسینؑ)۔ (ج۔۴، مسند ص۔۱۳۲)

اور رسولِؐ خدا فرماتے تھے:

(کل بنی ام نیتھون الیٰ عصبیتھم الا ولد فاطمہؑ انما ابوھم و عصبیتھم)

اور بہت سی بار حضورؐ نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ میرے بیٹے ہیں۔

(مناقب ج۔۴، ص۔۲۱۔ ذخائر العقبیٰ ص۔۶۷)

جب حسنینؑ بچے تھے تو رسولؐ اللہ گود میں اُٹھاتے تھے پیار کرتے تھے اپنی گود میں بٹھاتے تھے اور پیار کے الفاظ طرح طرح کے کہتے تھے اور جب بھی کسی نے رسولؐ اللہ سے پوچھا کہ آپؐ سب سے زیادہ خاندان میں کس سے محبت کرتے ہو:

قال الحسنؑ اور حسینؑ۔ احبھما ومن احبھما احتبہ

حسنؑ اور حسینؑ مجھے بہت پیارے ہیں میں ان سے پیار کرتا ہوں اور جو بھی ان

سے پیار کرے گا میں بھی اسے دوست رکھوں گا اور پھر فرمایا **من احبنی فلیحب** جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہے وہ میرے نواسوں کو بھی دوست رکھے اور جب حسنینؑ بچے تھے تو رسولؐ خدا کے سینے پر پیر رکھ کر چڑھ جاتے تھے۔ پیغمبرؐ بچوں کے ہونٹوں کا بوسہ لیتے تھے اور فرماتے تھے اے خدایا ان سے جو محبت کرے تو بھی ان کو دوست رکھ۔
(زمخشری۔طبری)

حسنینؑ رسولؐ اللہ کے کاندھوں پر سوار ہوتے تھے اور پیغمبرؐ فخر یہ فرماتے تھے کہ کیا بہتر سواری (اونٹ) ہے اور تم کتنے اچھے سوار ہو۔ بچپن میں پیغمبرؐ نے ایک عہد نامہ لکھا اور اس پر گواہی حسنینؑ کی لکھائی تا کہ لوگ حسنینؑ کی عظمت کو جانیں پھر ایک عہد نامہ تقیف لکھا کہ خالد بن سعید اس کے متن کو لکھیں اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اس پر گواہی کریں۔ (طبقات ج۔۱، باب۔۲، ص۔۳۳)

پیغمبرؐ بار بار فرماتے تھے کہ حسنؑ اور حسینؑ امام ہیں خواہ یہ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں۔
(اثبات الھدیٰ، ج۔۵، ص۔۱۲۹)

اور کبھی فرماتے تھے کہ یہ سیدوں کے فرزند ہیں اور ان سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح واقع ہوگی۔ (بخاری مسلم عقد الفرید)

کبھی فرماتے کہ **صلما ودیعتی فی امتی** یہ امت کے درمیان میری امانت و ودیت ہیں۔

امام حسنؑ کی فضیلتیں:-

آپ فضل عظیم ہیں زبردست حوصلہ و ہمت رکھنے والے ہیں۔ حلم میں یکتا ہیں صبر میں مثلِ پہاڑ کے ہیں۔ محمدِ مصطفیٰؐ کی یادگار ہیں علیؑ و فاطمہؑ کا ثمر ہیں اور چونکہ آپ نے وحیٔ رسالتؐ کی گود میں پرورش پائی ہے اس لئے آپ کے اخلاق اخلاقِ الٰہی ہیں۔

دشمن معاویہ آپ کو دشمن مسلمانوں کا سردار سمجھتا تھا۔ (الامامہ والسیاسہ)

اور مروان جو کہ سرتا پا نجس اور بدکار انسان تھا وہ امام حسنؑ کی بردباری کا ذکر کیا کرتا تھا کہ مثلِ کوہ ہیں۔ (شرح بن ابی الحدید، ج۔۳)

ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک شام کے رہنے والے شامی نے امام حسنؑ کو گالیاں دیں اور برا بھلا کہا تو امام نے بردباری کے ساتھ مشفقانہ لہجے میں کہا کہ تم غلط کہہ رہے ہو کیونکہ اگر تم حاجت مند ہو تو حاجت پوری کروں بھوکے ہو تو کھانا کھلاؤں اور اگر مسافر ہو تو زادِ راہ دے دوں۔ غرض جو بھی پریشانی ہو مجھے بتاؤ میں دور کر دوں گا۔ پس حضرت کا جواب سن کر وہ شخص شرمندہ ہوا اور ایک کنیز تحفے میں امام کو پیش کی۔ امام نے راہِ خدا میں اسے آزاد کر دیا۔ بہ حکم قرآن:

واذا حینتم سبتحیه فحیوابا حسنؑ منها

ایک غلام نے ایک کتے (جانور) کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو امام نے اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا اور اپنا ایک باغ اسے بخش دیا کہ تم اس سے اپنا گزارہ کرو۔ امام کے اخلاق کے ہتھیار نے، تقویٰ نے، شرف و انسانیت نے ہر شخص کو اپنا گرویدہ بنا لیا اگر چہ وہ دشمن تھا۔ آپ ہر کام رضائے خدا کیلئے بجالاتے تھے پہلے انسان کو اپنا گرویدہ وغلام بناتے تھے پھر اسے خدا کا کامل بندہ بنا دیتے تھے۔

امام حسنؑ اور سیاستِ الٰہیہ:-

آپ مخصوص بندگانِ الٰہی میں سے ہیں اس لئے تمام خوبیاں آپ میں مجتمع ہیں۔ اب معاویہ جیسے دشمن کا قول بھی ذکر کریں گے کیونکہ انسان کی خوبی جب ظاہر ہوتی ہے جب دشمن بھی گواہی دے۔

امامِ حسنؑ میں وہ رعب و دبدبہ تھا کہ آپ کے سامنے کسی دوسرے کو بولنے کا یارانہ تھا اور ہر شخص آپ کی گفتگو کو غور سے سنتا تھا گویا یہ جو بھی بات کرتے ہیں ان کو الہام ہوتا

ہے۔ (العقد الفرید، ض۔۲، ص۔۳۲۳)

ہاں معاویہ صحیح کہا کرتا تھا کہ جب صاحبِ وحی کی گود میں پرورش ہوگی تو کلامِ الٰہی کے مطابق ہوگی اور گفتگو فائدہ مند ہوگی۔

ہمارے تمام آئمہ معصومین کی یہ خوبی ہے کہ وہ لوگوں کو تلوار سے قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ پہلے افہام وتفہیم سے کام لیتے تھے اور جب مجبور ہو جاتے تھے تو تلوار اُٹھاتے تھے ورنہ پیار محبت سے انسانوں کو رام کر لیتے تھے۔

اُمّت کے درمیان آپ کا رُتبہ:-

کیا کہنے امام حسنؑ کے اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ حسنیٰ کے کہ پوری عمر دین کی خدمت اور احکامِ الٰہی کی تکمیل میں گزار دی۔ انسانوں سے بے حد محبت کرتے تھے بالخصوص فقیر لوگوں کے نام خاطر مدارت نرمی ومحبت فرماتے تھے۔ آپ کا دستر خوان کس قدر وسیع تھا جس سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوتے تھے کئی بار آپ نے اپنے مکان کے سامان کو راہِ خدا میں لٹایا اور کبھی ضرورت مند آجاتا تو اپنے گھر کا آدھا سامان اسے دے دیتے اور آدھا سامان خود رکھتے تھے کس قدر سخی وکشادہ دل تھے کبھی کسی کو ناامید نہیں کیا اور ہر ممکن اقدام عوام کی خدمت کا کرتے تھے۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک عرب شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے اپنی حاجت بیان کی امام نے فرمایا جو کچھ بھی ہمارے خزانے میں موجود ہو اس کو دے دیا جائے چنانچہ (۲۵۰) ہزار درہم یعنی پچیس لاکھ (۲۵،۰۰۰) درہم اسے دے دیئے۔ عرب نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی مدح کا قصیدہ لکھ کر لایا ہوں اسے پڑھوں۔ امام نے فرمایا کہ ہم نہیں چاہتے کہ کسی کی آبرو چلی جائے اس لئے ہم پہلے ہی بخشش کر دیتے ہیں تا کہ عزتِ نفس محفوظ رہے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ کچھ فقیر حضرات ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے

امام کو جیسے ہی دیکھا کہ امام آرہے ہیں تو فوراً امام کی دعوت کرنے لگے کہ آیئے کھانا کھایئے آپ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم تکبر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ ان کے قریب امام زمین پر بیٹھ گئے اور تھوڑی غذا تناول فرمائی پھر کھانا کھانے کے بعد آپ نے سب کو اپنے گھر کھانا کھانے کی دعوت دی۔

کسی آدمی نے امام سے کچھ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ درخواست لکھ کر دو اس نے امامؑ کو درخواست لکھ کر دے دی تو آپ نے اس کے لکھے کے مطابق اسے دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ کیسی برکت تھی درخواست فوراً قبول ہوگئی امام نے فرمایا کہ برکت ہمارے لئے زیادہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نیکی کرنے والا قرار دیا۔

پھر اسی طرح آپ لوگوں کو جمع کرتے تھے تو ان میں بیٹھتے بھی تھے اور ان کی روداد سنتے تھے اور کوئی بھی کام ایسا انجام نہیں دیتے تھے کہ جس سے کوئی شخص ناراض ہو یا امرِ دین میں رخنہ پڑے۔

امام حسنؑ کی عبادت:-

امام ہر طریقے کی عبادت بجالاتے تھے خواہ وہ عبادتِ خداوندی ہو یا خدمتِ عوام ہو کہ یہ بھی عبادت ہے۔ ضرورت پڑتی تھی تو جہاد بھی فرماتے تھے۔ تبلیغ اسلام میں حصہ لیتے تھے اور تنہائی میں عبادت کر کے اللہ تعالیٰ سے رشتہ قائم کرتے تھے۔ آپ کو اکثر اوقات نماز، روزہ، مناجات اور دعا میں ہی دیکھا گیا اور ایسے خوفِ خدا سے لرزتے تھے گویا آپ کی روح نکل جائے گی۔ اشک بہاتے، نالہ کرتے اور آپ کا گریہ تو بہت مشہور ہے مثلاً موت یاد کر کے روتے تھے قبر، صراط، میزان کے خوف سے رویا کرتے تھے۔ انتہا یہ ہے کہ روتے روتے اکثر بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ نماز پڑھتے میں دنیا سے غافل ہو جاتے تھے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی احترام شروع ہو جاتا تھا اپنی عمر میں

پچیس (۲۵) بار حج کیا اور اکثر پیدل ہی چلتے تھے سواری کو کم استعمال کرتے تھے تا کہ عوام سے رابطہ برقرار رہے، عوام کے درد سے آگاہی رہے اور عوام کی جملہ روداد سنیں اور ان کا حل نکالیں۔ تبلیغ دین کریں اور اکثر آپ اطاعتِ الٰہیہ میں مشغول رہتے تھے۔

❁❁❁

باب ۔۔۔۔۔۔ ۶

خدا کا دشمن

ابھی تک ہم نے امام حسنؑ کی زندگی کی کچھ جھلک دکھائی ہے اب ہم امام حسنؑ کے فضائل اور وصف میں کتنا بیان کریں البتہ جان لیں کہ شہادت ان کا ورثہ ہے اور خدمتِ خلق۔

اب معاویہ کے بارے میں کچھ ذکر ہوگا تا کہ پتہ چلے کہ معاویہ کون ہے؟ کیسا ہے؟ اور امام حسنؑ کے مقابلے میں کیا ہے۔ کوئی خاصانِ خدا والی بات ہے بھی یا نہیں۔ معاویہ ابوسفیان کا سپوت ہے۔ بنی امیہ کا فرد ہے اس کی تمام عمر مخالفتِ بنی ہاشم میں گزر گئی۔

بنی امیہ میں شیطان نے کفر کا پرچم گاڑا تھا لیکن بنی ہاشم صاحبِ قدرت و آبرو و شرافت۔ معاویہ ایسی ماں کا بیٹا ہے جس نے غصے میں آ کر حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا تھا اور اپنے غصے کو ظاہر کیا تھا۔ معاویہ کی عمر بنی ہاشم کو اذیت دینے میں گزری اور اسلام کیلئے معاویہ کا عقیدہ باطل ہے۔ رسولؐ خدا پر اس کا ایمان نہیں ہے بلکہ ابوسفیان کے ساتھ ہے جو عمر بھر رسولؐ خدا سے جنگ کرتا رہا اور اسلام کے خلاف رہا اور یہ مسلمانوں کا جگر چباتے رہے۔ صرف اس جرم میں کہ حضرت حمزہؓ مسلمان تھے۔ ہندہ نے ان کا جگر نکلوا کر چبایا اور آخر کار ابوسفیان مشرکوں کے ساتھ ہی مر گیا تو اب آپ خدارا خود ہی

بتائیں کہ ابوسفیان اور معاویہ کہاں مسلمان تھے۔

سیاست:

معاویہ اس قسم کا انسان ہے کہ وہ اپنی شرافت اور انسانیت کو بھی بھول جاتا ہے اور کھلم کھلا علیؑ اور اولادِ علیؑ کا دشمن ہے وہ کبھی بھی ان سے محبت نہیں کرتا البتہ بہ ظاہر بہت ہمدرد بن جاتا ہے (مکاری سے) اور معاویہ اس قدر قسی القلب ہے کہ وہ کسی کو بھی بے دھڑک قتل کر دیتا ہے، شکنجے میں کس کر مار ڈالتا ہے۔ زندہ در گور کر دیتا ہے۔ اگر ذرا بھی وہم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص شیعہ علیؑ ہے تو فوراً قتل کر کے گھر بار کو آگ لگوا دیتا ہے اور جعلی حدیثیں گھڑوانے ہے جس میں حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو برا کہتا ہے۔ نمازِ جمعہ کے بعد ہر منبر سے حضرت علیؑ پر تبرا کیا جاتا تھا۔ مولوی کٹھ ملا معاویہ نے خرید لئے تھے اور ان کو حکم دے دیا گیا تھا کہ (بنی امیہ) معاویہ، ابوسفیان، یزید سب کو نیک انسان بتائیں بزرگ بردبار اور نیک خو انسان ظاہر کریں۔ رسولِ خدا سے رشتہ قائم کر دیں اور تمام اچھائیاں جو ایک انسان میں ہونی چاہیئے وہ سب معاویہ (بنی امیہ) میں جمع کر کے عوام میں پروپیگنڈہ کریں اور جس جس طرح سے بھی ہو بہ باطن دین اسلام کو مٹانے کی کوشش تیز کر دی جائے۔ اس وقت شام میں بنی ہاشم کے خلاف خوب (جھوٹا) پروپیگنڈہ کیا گیا۔ معاویہ کی عادتیں ایسی تھیں:

۱۔ جبار و قاتل تھا نیک لوگوں کو بلا خوفِ خدا کے قتل کر ڈالتا تھا۔

۲۔ دنیا حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا، ہر قیمت پر کوشاں رہتا تھا۔

۳۔ اس قدر مُتلون مزاج تھا کہ کسی کو بھی یہ اندازہ نہیں ہو پاتا تھا کہ اب یہ کیا کرے گا۔

۴۔ سیاست باطل تھی جس میں غصہ بھی شامل ہوتا تھا۔

۵۔ حضرت علی کو خلیفہ اوّل تسلیم نہیں کرتا تھا۔

۶۔ عوام الناس سے کہتا تھا کہ حق کو بھول جاؤ۔ دل بھر کر بے ایمانی کرو۔

۷۔ نبوتِ محمدیؐ کے بارے میں اعتقاد نہ تھا۔ لوگوں کو رسولؐ سے نفرت دلاتا تھا۔

دل میں بغضِ رسولؐ و آلِ رسولؐ:-

یہ انتاز بردست متعصب تھا کہ صرف عرب کو پسند کرتا تھا بلکہ ہر عربی کو بھی نہیں جو اس کے مطلب کا ہوتا تھا اور اس کی کوشش بلیغ تھی کہ کسی طرح سے عراق کو عربوں کے قبضے میں دے دوں کیونکہ عراق دوست دارانِ اہلبیتؑ کا مقام تھا اور عربی ہمیشہ سے ہی دشمنانِ اہلبیتؑ رہے ہیں اور اپنی سیاست و مکارانہ چالوں سے عراق کی تذلیل چاہتے ہیں۔ ایرانیوں سے سخت دشمنی رکھتے ہیں کیونکہ ایرانی لوگ اسلام کی حقیقت کو پسند کرتے ہیں اور ایرانی خاندانِ پیغمبرؐ کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں علیؑ اور اولادِ علیؑ پر اپنی جان نچھاور کرتے ہیں۔ پاک و پاکیزہ عقیدہ رکھتے ہیں اور حق کے طرف دار ہیں اب اس کی کچھ تفصیل لکھیں گے۔

۱۔ ایرانی عربوں کو عورت دے کر رشتہ قائم کر لیتے تھے لیکن ان کی عورت لینا نا پسند کرتے تھے۔

۲۔ عربی ایرانیوں سے حقِ وراثت لیتے تھے لیکن ایرانی عربوں سے نہیں لیتے۔

۳۔ ایرانیوں کو کم سے کم عطا یا دیئے جاتے تھے۔

۴۔ ایرانیان جنگوں میں سپر بن کر مقابلہ کرتے تھے تا کہ عربوں کو فتح ہو۔

۵۔ ایرانی نمازِ جماعت عربوں کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

۶۔ اگر جماعت میں جگہ خالی ہے تو عربی شریک ہوتا تھا۔ ایرانی نہیں ہوتا تھا۔

۷۔ عرب حضرات ایرانی کو جج یا فیصلہ کرنے والا نہیں بناتے تھے۔

۸۔ عرب ایرانیوں کی سرحد پر قابض رہتے تھے واگزار نہیں کرتے تھے۔

(بخشی از نامہ معاویہ بہ زیاد بن ابیہ)

فریب کاری:-

معاویہ نے اپنی پوری زندگی نجاست، فریب، ریا کاری میں ہی گزاری اور ایک کی ٹوپی دوسرے کے سر اڑھانا یہ اس کا طریقہ تھا۔

دین میں رخنہ اندازی کیلئے کٹھ ملاؤں اور مفت خوروں کو خرید رکھا تھا۔ اسلام میں رخنہ ڈالتا تھا اور اپنی جھوٹی (من گڑھت) تعریف کراتا تھا۔

کافی جعلی حدیثیں ابوہریرہ اور دیگر حضرات سے گڑھوا ڈالیں۔ واعظین و امامِ جماعت نے اسے صحابیٔ رسولؐ، کاتبِ وحی، مومنوں کا مددگار وغیرہ کہہ کر پروپیگنڈہ کیا تا کہ عوام میں مقبولیت ہو۔

اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو معاویہ کو جنابِ رسولِ خدا نے مردود، لعنتی کہا ہے لیکن معاویہ نے جعلی حدیثوں کو گڑھوا کر اپنے کو رسولؐ خدا کا خاص محب کہلوایا حالانکہ پیغمبرؐ نے لعنت کی ہے اور جس قدر پیغمبرؐ نے لعنتی قرار دیا ہے کٹھ ملاؤں نے اُتنا ہی بڑا رتبہ معاویہ کو دے رکھا ہے۔ (صحیح نیشاپوری، باب من لعن۔۳)

نقلی طور پر اتنا نیک بھی بن جاتا تھا کہ لوگ بردبار سمجھنے لگیں اور لوگوں کو فریب کاری سے اپنی طرف راغب کرتا تھا اور کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوگ معاویہ کو گالیاں دیتے تھے پھر بھی ان کو سن کر خاموش رہتا تھا یہ کام خدا کیلئے نہیں کرتا تھا بلکہ حکومت کی خاطر کرتا تھا اور منافق والی پالیسی معاویہ کی تھی کہ جب حسنینؑ مسجدِ نبویؐ آتے تھے تو بہت ادب و احترام کرتا تھا اور جب چلے جاتے تھے تو پیٹھ پیچھے گالیاں دیتا تھا اور پیٹھ میں خنجر گھونپتا تھا بہ ظاہر اسلام، اسلام کا پروپیگنڈہ کرتا تھا کہ نقشِ قدمِ رسالتؐ پر چل رہا

ہوں لیکن درحقیقت باطن میں کفریہ عقائد رکھتا تھا گویا معاویہ لعنت اور فساد کی جڑ تھا اور ہر آن یہ کوشش رکھتا تھا کہ علیؑ کو ذلیل وحقیر کیا جائے (معاذ اللہ)

سختی اور بے رحمی:-

معاویہ کی سنگ دلی حد درجہ تھی کہ اپنے مخالفین کو قتل کردینا اس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ حق گو شیعہ، محبانِ علیؑ، دین اسلام کے بڑے بڑے صحابہ جس کو بھی چاہتا تھا فی الفور قتل کرادیتا تھا اور دیکھیئے معاویہ نے اپنی شاطر چالوں سے مالکِ اشتر کو کس طرح شہید کرایا اور پھر امام حسنؑ مجتبیٰؑ کو خط لکھا کہ اس وقت سے ڈرو کہ جب تمہاری موت لوگوں کے قبضے میں ہو اور پھر جعلسازی سے امام حسنؑ کی بیوی جعدہ بنتِ اشعث کے ذریعے زہر دلوا کر دنیا سے رخصت کردیا اور دن بدن سازشیں بڑھتی ہی گئیں اور تختِ خلافت (حکومت) پر قابض ہوگیا کسی بھی دشمن کو زندہ درگور کرنا مشکل کام نہ تھا غرض کسی نہ کسی صورت سے عوام پر غلبہ پالیتا تھا۔ امام حسنؑ مجتبیٰ کو بھی معاویہ سے اتنا خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ آپ اپنے لباس کے نیچے زِرہ پہنا کرتے تھے اور کئی بار امامؑ پر حملے کرائے جاچکے تھے۔

موقع کے مطابق سیاست:-

چونکہ معاویہ خلافتِ ثانی (عمر ابن خطاب) کے زمانے سے ملکِ شام کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا اور وہاں اس نے مکارانہ چالوں سے ایسا مقام حاصل کرلیا تھا کہ ابوذر و مقداد کے جیسا صحابی کہلانے لگا اور علیؑ اور حسنینؑ کے مقابل لوگ سمجھنے لگے اور اتنا زبردست پروپیگنڈہ کرایا گیا کہ لوگ علیؑ اور معاویہ کو ترازو کے پلڑے میں رکھ کر برابر کا سمجھنے لگے۔

معاویہ نے امام حسنؑ مجتبیٰ کی بیعت نہیں کی اور اعتراض کیا کہ تم عمر میں مجھ سے

چھوٹے ہو اور میں زیادہ قابل ولائق ہوں اور حکومت بچے نہیں کرسکتے۔ زمانے بھر کے تجربے کار لوگ چلاتے ہیں۔

غرض معاویہ مطیعِ خدا و مطیعِ رسولؐ نہ تھا اور امام حسنؑ نے کئی بار معاویہ سے کہا تھا کہ جانشینِ رسولؐ وہ ہوتا ہے کہ جو نقشِ قدمِ رسولؐ پر چلے اور ظالم ہرگز ہرگز خلیفہ نہیں ہوسکتا ہے اور جو شخص سنتِ پیغمبرؐ کو بھلادے، دنیاداری پسند کرے اور اپنے ماں باپ کے ہی راستے پر چلے (مشرک رہے) خلیفہ نہیں ہوسکتا ہے بہرحال اصلیت کہاں چھپ سکتی ہے۔ معاویہ کا دایاں ہاتھ مغیرہ جو نجس و منحوس ترین انسان تھا وہ اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتا ہے کہ معاویہ خبیث ترین انسان ہے۔

اس طرح دوست اگر دوست کی پوزیشن بتائے تو وہ سچ ہوتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ معاویہ منحوس ترین انسان تھا۔

❁❁❁

باب ❁...... ۷

حکومت کی لالچ

بنی امیہ میں سے معاویہ کا خاندان ہے۔ اس کا مقصد عربوں کی ترقی اور حکومت ہے دوسرے لوگوں سے اسے کیا غرض وہ تو حکومت حاصل کرنے کیلئے ہر برائی مول لے لیتا ہے اور ہر طرح چاہتا ہے کہ بنی امیہ کے ہاتھ میں حکومت اور طاقت رہے اور معاویہ چاہتا تھا کہ خلیفہ ثانی کی حکومت کے زمانے میں عراق پر قبضہ کرلے اور جس روز ملکِ شام کی گورنری کا پیغام (حکم نامہ) معاویہ کے نام لکھا گیا تھا اس روز بنی امیہ کی عید تھی گویا یہ ابتداء تھی اور خلافت میں دراڑ ڈال دی گئی۔ عثمان کی حکومت میں ان باتوں نے زور پکڑا۔ معاویہ کو عروج حاصل ہوا چاروں طرف لوٹ مار مچی ہوئی تھی عوام خطروں میں گھرے تھے اور کوئی ذمہ دار نہ تھا۔

اس سے پہلے راہ ہموار کرنا:-

بہ ظاہر معاویہ نے اسلام قبول کرلیا تھا مگر دل سے قبول نہ کیا تھا تاکہ لوگ بہ ظاہری مسلمان سمجھیں۔ عمر کی خلافت کی طاقت بھی اس کی مدد کرتی رہی پھر خلیفہؑ ثالث کے زمانے میں تو حد ہی ہوگئی دین کو ڈبویا جارہا تھا اور جب معاویہ نے جان لیا کہ خلافتِ علیؑ کو ملے گی اور خاندان بنی ہاشم میں رہے گی تو ہم کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ (علیؑ تو بیت المال کو لوٹنے نہ دیں گے) اس لئے ہم کو حکومت حاصل نہیں ہوگی تو ہر

ممکن طریقے سے خون خرابہ کریں گے اور حکومت ہم حاصل کریں گے اور جس روز معاویہ کو شام کی گورنری کا پروانہ ملا تھا تو اس نے سوچ لیا تھا کہ اب یہ حکومت عارضی نہیں رہے گی بلکہ اس پر زبردستی قبضہ رکھوں گا اور بادشاہت کو خلافت میں تبدیل کرلوں گا اور اس کے کئی بہانے بھی تراش رکھے تھے کبھی حکومتِ عثمان کا ختم ہونا۔ عثمان کا قتل ہونا تھا کہ ان کی کٹی ہوئی انگلیوں کو ہی بہانہ بنالیا حالانکہ خلیفہ ثالث کے قتل میں معاویہ کا ہی عمل دخل تھا لہٰذا بہانہ بنا کر حضرت علیؑ کو موردِ الزام ٹھہرایا اور بعد میں امام حسنؑ تک بات پہنچا کر بدلہ لے اور معاویہ نے ایسا ہی کیا اور یہ روزانہ الٹے الٹے کاموں کی تدبیر کیا کرتا تھا اور ایک دھوکہ امام حسنؑ مجتبیٰ کو بھی دیا کہ ایک خط سادہ مہر شدہ لکھ کر دیا کہ جو بھی آپ چاہیں اس پر تحریر کرلیں اور یہی مکارانہ چالیں حکومت وخلافت تک پہنچنے کے راستے تھے۔ اس نے رشوت بھی دے کر لوگوں کو خریدا، ہزاروں میں اختلاف ڈال کر مروایا گیا کچھ لوگوں کو جو امام حسنؑ کے ماننے والے تھے لالچ میں رقم دے کر توڑلیا اور کچھ لوگوں کو اپنے خاندان میں رشتہ کرانے کے بہانے دے کر اپنا بنالیا اور لڑکیاں دے کر ان سے رشتہ قائم کرلئے یہ ہیں معاویہ کے کالے کارنامے۔ لڑکیاں دے دیں۔

اُس کے مقابلے میں امامؑ کا درجہ:-

یہ عالی مرتبت امام حسنؑ بن علیؑ ہیں اور یہ ہے معاویہ دُنیاوی ہوا پرست۔

(به بنین تفاوتِ دین است کجاست تابکا)

اب معاویہ نے ایسے شیطانی جال پھیلا رکھے ہیں کہ جن کا کاٹنا مشکل ہے۔ (کجا امام حسنؑ عالی مقام اور کجا معاویہ نا ہنجار) کتنا زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اب ایسے نازک اور ناگفتہ بہ حالات میں امام کیا کریں اور کیسے اقدام کریں؟ آپ سے

دین اسلام وابستہ ہے پوری پوری ذمہ داری ہے ادھر معاویہ بے دین ہے۔

اب امام حسنؑ نے ایسے بہترین راستے اختیار فرمائے کہ عوام کو معاویہ کے جنجال سے نجات ملے۔ اس وقت جنگ کرنا ناگزیر تھی اور صلح ہی کرنا مصلحت وقت تھی اب ہم ان حالات پر روشنی ڈالیں گے تا کہ پتہ چل سکے کہ امام حسنؑ کی رائے و مصلحت (صلح کرنا) ہی بہتر تھا۔

❁❁❁

باب ۸......

پہلا راستہ

امام حسنؑ نے اپنی غرض یہ سمجھی کہ معاویہ راہِ راست پر آجائے لہٰذا آپ نے نصیحت فرمائی کہ قرآن اور سنت پر عمل کیا جائے اور قتل و غارت گری سے بچا جائے تفرقہ ختم ہونا چاہیئے اور اسلام کی عظمت میں قرآن کے احکام میں مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ قرآن پر عمل شروع ہو (گویا سنتِ نبوی اور قرآن کو بھلا دیا گیا تھا اور اپنی من مانی ہو رہی تھی) لہٰذا قرآن و سنت کی شرط پہلے رکھی گئی یہ کتنی بڑی کامیابی ہے اور جب قرآن پر عمل ہوگا تو عوام کو فائدہ پہنچے گا کیونکہ معاویہ جاہل مقصر ہے۔ معاویہ جانتا ہے کہ حق علیؑ اور اولادِ علیؑ کے ساتھ ہے پھر بھی چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ معاویہ کو صرف حکومت چاہیئے اسے دینِ اسلام سے کوئی غرض نہیں ہے۔

معاویہ کو اللہ کی اطاعت کے بجائے شیطانی چالیں پسند ہیں۔ امام حسنؑ نے کئی بار نصیحت نامے لکھے اور ہر طرح سے چاہا کہ معاویہ کو حق کی طرف لے آئیں کئی قابل اعتماد اشخاص کو معاویہ کے پاس بھیج کر اعلان حق فرمایا (یہ امام کا فرض تھا) مگر معاویہ پر کوئی اچھا اثر نہ ہوا۔

معاویہ کو تو صرف اور صرف دنیاوی حکومت چاہیئے چاہے اسے کتنے ہی غلط غلط کام

کرنے پڑیں اسی وجہ سے ذرا بھی شک ہونے سے کسی بھی باعظمت انسان کو قتل کرا دیتا تھا۔ معاویہ کو دوزخ کا کوئی خوف نہ تھا، نہ خدا سے واسطہ تھا نہ حق سے واسطہ تھا اور نہ فرشتوں کو مانتا تھا بلکہ اپنی من مانی ہی کرتا رہا دین کو مٹاتا رہا۔

❁❁❁

باب ۹......

دوسرا راستہ

ایک راستہ یہ بھی ہے کہ امام موجودہ حالات سے کنارہ کشی اختیار کر لیں تا کہ عوام کو تکلیف کا پتہ چلے۔

انسان کی ذمے داریاں:-

ہر انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور اسے زمانے کے حادثات کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے ہر انسان برے کاموں اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب امام کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو پیغمبرؐ کے حکم کے مطابق عمل کرے اور دوسرا خلیفہ (بادشاہِ وقت) دنیا پرست اگر یہ رہبران اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے تو پھر کیا رہبری ہے۔ چنانچہ مذہبی امام میں سوجھ بوجھ بہت ہوتی ہے اور ہر بات رضائے خدا کے لئے ہوتی ہے۔ ان میں کج روی نہیں پائی جاتی۔

اب چونکہ امام حسنؑ خدا کے نمائندہ ہیں۔ رسولؐ خدا اور حضرت علیؑ اپنے والد کے جانشین ہیں لہٰذا آپ سب سے بہتر تجویز جانتے ہیں۔ آپ سے بہتر دوسرا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ آپ کو تو خدا کے سامنے جواب دینا ہے۔

دلچسپی نہ لینا:-

یہ یکتائے روزگار ہیں اور قدرت کا شاہکار (نمونہ) ہیں۔ تمام نشیب و فراز سے واقف ہیں اور یہ بات امام کے لئے ناممکن ہے کہ آپ کی زندگی میں دین میں رخنہ

پیدا ہو، فساد ہو۔ لہٰذا آپ کی حتی الامکان کوششیں اصلاحِ دین کیلئے ہیں۔ امام تمام حقوق بشری اور حقوق شرعی سے واقف ہیں۔ معاویہ کو ایسی باتوں سے کچھ غرض نہیں ہے چونکہ امام اللہ و محمدؐ کے نمائندہ ہیں لہٰذا بہت لائق مند انسان ہیں انسانی محبت رکھتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ معاویہ کی درندگی کا مزہ اسے اس طرح چکھائیں کہ خود راحت حاصل کرلیں اور انسانیت کو مٹتے ہوئے دیکھ کر یہ کہہ دیں کہ ہماری ان باتوں سے کیا غرض ہے۔

امام یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر بالکل ہی کنارہ کش ہو کر بیٹھ جائیں اور اپنی آنکھیں بند کرلیں تو تمام انسانوں کے حقوق سلب ہو جائیں اور امام یہ بھی جانتے ہیں کہ اس طرح معاویہ کے سپرد عوام اور دین کو کردیں گے تو تباہی آجائے گی۔ یوں تو امام نے جنگ جمل، جنگ صفین میں حصہ لیا تھا اپنی جان کو خطرے میں ڈالا تھا مگر اب حالات دیگر ہیں۔

جنگ کرنا مناسب نہیں:۔

اب امام کیلئے ایسے نازک وقت میں معاویہ سے جنگ کرنا ہے۔ برابر مقابلہ کرنا ہے اور اپنی فوج اکٹھی کرنی ہے قتل کرنا ہے اور قتل ہونا ہے اور بس اب یا تو فتح ہوگی یا جنگ ہوگی دو ہی صورتیں ہیں۔

بہ ظاہر یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر صلح کرلی جائے تو جنگ و جدال سے بچ جائیں گے۔ کچھ لوگ اس بات پر بھی راضی ہیں ہاں ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ امام قیام فرماتے ہیں تاکہ معاویہ کو سقوط حاصل ہو لیکن اس طرح اور بھی کئی مسئلے پیش آتے ہیں۔

داخلی مشکلات:۔

سب سے بڑا مسئلہ لوگوں کی سستی کا ہے۔ منافق گھسے ہوئے ہیں اور دونوں طرف

آگ لگا رہے ہیں تفصیل سنیے۔

فوج کی سُستی اور غفلت:۔

امام حسنؑ اپنے والد علیؑ بن ابی طالبؑ کی شہادت کے بعد ساری ذمے داریاں آپ پر آپڑی ہیں اور آپ کو صرف برائے نام امام نہیں کہلوانا ہے بلکہ اب حالات قوم موسیٰؑ کی طرح کے ہوگئے ہیں جو فرعون سے جنگ تھی۔

(اذهب انت وربك فقاتلا انا هينها قاعدون)

تم اور تمہارا پروردگار دونوں جنگ میں چلے جاؤ اور ہم بیٹھے رہیں گے۔

ا۔ یہ لوگ تھے جنھوں نے صفین میں موقع ہاتھ سے کھو دیا تھا اور بعد میں روتے نظر آئے تھے۔

۲۔ یہی لوگ ہیں کہ پہلے جمع بھی ہوگئے (بیعت بھی کرلی) اور پھر جنگ میں قتل ہونے والوں کا بدلہ بھی چاہ رہے ہیں۔

۳۔ یہی لوگ امام کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

۴۔ یہی لوگ اب جنگ سے گھبرا رہے ہیں اور امن و عیش چاہ رہے ہیں۔

اب چونکہ یہ دنیاوی لالچ میں آگئے ہیں (معاویہ نے رقم دے کر توڑ لیا ہے) بہ ظاہر یہ متحرک نظر آرہے ہیں لیکن باطن میں جنگ سے جان چرا رہے ہیں۔ زندہ نظر آرہے ہیں لیکن بے ہوش کی طرح بے کار ہیں۔

گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں ان میں کوئی احساس زندہ نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے جنگ صفین لڑی تھی جمل کی جنگ لڑی تھی اب ہم تھک چکے ہیں اس لئے معاویہ جابر کی حکومت پسند کر رہے ہیں کہ اور نیا دردِ سر (جنگ) کون مول لے۔

یہ لوگ دنیا پرست، جنگ سے گھبرائے ہوئے تھے اور امام نے فرما دیا تھا کہ صفین

کی جنگ میں جاؤ گے تو یہ کارِ آخرت ہوگا لیکن آج کے دن تم لوگ اس کے برعکس کام کر رہے ہو اور تم لوگ بے وفا و بے اعتماد ہو اور ان لوگوں کو امام نے جیسے ہی جنگ کی دعوت دی تو یہ شور مچانے لگے کہ ہم موت نہیں چاہتے، ہم کو زندگی چاہیے (جنگ نہیں)

فوجی تنظیم:۔

فوجی دستوں کو فتح مندی کی کوئی خواہش نہ تھی یہ فوج امام کی خدمت میں دین اسلام کی مدد کے نام سے حاضر تھی۔ ان کی کئی خاصیتیں تھیں:

ا۔ بہ ظاہر یہ فوج اسلامی تھی۔

۲۔ شیعہ گروہ جنگ میں جان کی بازی لگا دیتے تھے۔

۳۔ فوجی دستے جو اپنی عظمت کھو چکے تھے بہ ظاہر جنگ کیلئے حاضر تھے۔

(اعیان الشیعہ، ج۔۴)

اب امام حسنؑ نے لشکر کی حالت دگرگوں دیکھی، ذہنوں میں انقلاب برپا تھا، نفاق ہو چکا تھا در پردہ معاویہ سے ساز باز کر چکے تھے اور اطلاعات آ جا رہی تھیں اور یہ طے پا چکا تھا کہ ہم لوگ فوجی دل کھول کر جنگ نہیں کرینگے اور موقعہ پاتے ہی امام کو پکڑ کر تم کو دے دینگے۔ چنانچہ مرد کندی (ہوشیار سپہ سالار) نے ۵۰۰ ہزار یعنی ۵ لاکھ درہم کے حساب سے ۲۰۰ نفر کیلئے معاویہ سے لے لئے اور اپنے دستوں میں تقسیم کر دیئے اور شام کی طرف معاویہ کے پاس چلے گئے۔ امام حسنؑ کو تنہا چھوڑ دیا اور پھر عبید اللہ بن عباس نے بھی بڑی گہری رقم اپنے بارہ ہزار فوجیوں کیلئے ایک ملین درہم طے کرلئے جس میں سے نصف رقم تو معاملہ طے کرنے کا بیانہ بہ طور حاصل کرلی گئی اور عبید اللہ بھی ملک شام معاویہ کی طرف چلے گئے۔

اگرچہ ظاہر یہ کرتے تھے کہ ہم فرماں بردار امام ہیں دین کی خدمت انجام دے

رہے ہیں اور جب انقلاب آتا یہ تو طرح طرح کے شیطانی وسوسے دل میں جنم لے لیتے ہیں اور عیش پسند کرتے ہیں۔

خوارج کی اصلیت:۔

امام مشکل میں پڑ گئے جیسے دوراہہ پیش ہو کہ کس راستے پر چلیں جو منزل ملے۔ چنانچہ یہ فرقہ خوارج جو امام کے ساتھ تھا کہ ان میں تعصب و تنگ نظری بہت تھی اور عادت کے اعتبار سے خشک اور روکھے تھے اور ان کی خصلت تھی۔

یہ خوارج (فوجی) معاویہ کو اسلئے پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ راہِ کفر و نفاق پر چل رہا ہے۔ حکم خدا و رسولؐ کے خلاف ہے اور حضرت امام حسنؑ کو اس لئے پسند نہیں کرتے تھے کہ یہ علیؑ کے بیٹے ہیں اور ان کے عقیدے میں علیؑ مشرک تھے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور نیا لطیفہ یہ ہوا کہ وہ توبہ کریں اور اپنے باپ پر لعنت بھیجیں اور یہ بات تو امام حسنؑ کیسے کر سکتے تھے۔

یہ لوگ ڈھلمل یقین تھے ایک قول پر قائم نہیں رہتے تھے اور کہتے تھے کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے خفیہ ساز باز کرلی ہے اور پھر امام کے قتل کرنے کو تلواریں نیام سے نکال لیں، نیزے لے آئے، جائے نماز کو امام کے نیچے سے کھینچ لیا، عبا کو آپ کے جسم سے اتار لیا گیا اور خوب توہین کی گئی اور ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے اور خوارج کی نظر میں دونوں کافر تھے۔ معاویہ و امام حسنؑ یہ کسی کی بھی عزت نہیں کرتے تھے اور جس طرف طاقت زیادہ ہوتی تھی (پلڑا بھاری ہوتا تھا) اسی طرف کو لپکتے تھے۔

ان کا نظریہ یہ تھا کہ دونوں فریقین کو معزول کر دیا جائے اور اپنی من مانی عیش والی زندگی گزاریں۔

❀❀❀

باب ……۱۰

خارجیوں کے دل بیمار تھے

یہ خوارج اس قسم کی گندی ذہنیت رکھتے تھے کہ اپنے رہبروں پر بھی شک کرتے تھے۔ حسنؑ بن علیؑ حق پر ہیں یا نہیں یا معاویہ حق پر ہے یا نہیں غرض ڈھلمل یقین لوگ تھے۔

بہ ظاہر معاویہ کو اچھا سمجھ کر کہتے تھے کہ وہ کاتبِ وحی ہے، خال المومنین ہے، دین اسلام کا مددگار ہے۔

پھر اپنے ذہنوں میں نئی نئی اُپج لاتے تھے کہ حق کیا ہے اور کون حق کے ساتھ ہے۔ جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ کرتے تھے۔

یہ لوگ زندگی کو نعمت اور عیش وعشرت کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نہ معاویہ اچھا ہے نہ حسنؑ اچھے ہیں بس خاموشی بہتر ہے اور جنگ کے دوران ہاتھ روک کر تلواریں نیام میں رکھ کر کہنے لگے کہ ہم معاویہ کے خلاف جنگ نہیں لڑینگے کیونکہ وہ کاتبِ وحی ہے۔ مسلمان ہے، صحابئ رسولؐ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب معاویہ اپنی شاطرانہ چالوں سے ان کو بھاری رقم لالچ اور رشوت میں دیتا تھا اور اگر رقم آنے میں دیر ہو جاتی تھی تو فوراً کہنے لگتے تھے کہ امام حسنؑ تو رسولؐ خدا کے بیٹے ہیں اور واقعی میں امام ہیں۔

جب رقم مل جاتی تھی تو لکھ کر معاویہ کو دیتے تھے کہ ہم تو تمہارے دست بستہ غلام ہیں۔ حکم فرمائیں کیا کام کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر امام حسنؑ کو گرفتار کرنا ہو تو ہم لاکر

آپ کو پیش کر دیں اور جنگ صفین میں جب قرآن کو نیزوں پر بلند کیا گیا تھا تو یہ عمرو عاص کی بھی چال تھی۔ فوجوں میں یہ مغالطہ ہو گیا کہ اب تو قرآن کو نیزوں پر بلند کر دیا گیا ہے۔ معاویہ حق پر معلوم ہوتا ہے اور علیؑ غلطی پر ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور اس طرح دھوکا دے کر فوج کو مخالف کر کے فتح حاصل کر لی گئی۔

یہ فوجی بے دین لوگ تھے، بظاہر نام اسلامی تھے:-

یہ لوگ بہ ظاہر اسلامی نام رکھے ہوئے تھے ورنہ حقیقت میں مسلمان نہ تھے۔ نہ یہ لوگ عرب تھے بلکہ صرف فوجی تھے اور یہ فوج خوارج کی تقریباً بیس ہزار ہوگی سب کے سب اسلحے سے لیس تھے۔ ان کا کوئی بھروسہ نہ تھا (یہ تھالی کے بینگن تھے) یعنی ابن الوقت تھے۔ ان کو کسی کی فتح وشکست یا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا بلکہ یہ بھاری رقم لے کر بھی صرف دکھلاوے کیلئے جنگ کرتے تھے نہ ایمان تھا نہ وفاداری تھی اور یہ بے شجرہ لوگ تھے (پیدائش میں نجاست تھی) نہ قومیت کا پتہ تھا یہ صرف مال لے کر عیش پسندی کے نظریئے سے جنگ لڑتے تھے۔

اس طرح ان کا موجود ہونا امام حسنؑ کیلئے تو وبالِ جان ہو گیا اور معاویہ کیلئے نعمت بن گیا۔ اب چونکہ معاویہ نے ان کو لالچ میں بے شمار دولت دے دی پروانۂ نجات لکھ دیا (عیش کی زندگی دے دی) تو یہ اس کے ساتھ ہو گئے۔

اب چونکہ امام حسنؑ ایسا نہ کر سکے اس لئے ان منحوس لوگوں نے امام کا ساتھ چھوڑ دیا گویا دنیاوی زنجیر میں جکڑے گئے۔

منافقت کا وجود:-

امام حسنؑ کے ساتھی جو امام حسنؑ کو روحانی امام نہیں مانتے تھے وہ سب کے سب بے پیندی کے لوٹے تھے کبھی معاویہ سے گھل مِل جاتے تے اور بڑی رقم حاصل کرتے تھے

اور کبھی امام حسنؑ سے گھل مِل جاتے تھے یعنی دونوں ہاتھ میں لڈو رکھتے تھے (ابن الوقت تھے) اور تاک میں رہتے تھے کہ ہر صورت میں فائدہ ملے۔

پھر ان خوارج نے معاویہ کو لکھا اور معاہدہ کیا کہ تم جلد سے جلد اپنی فوجیں عراق پر چڑھائی کرنے کیلئے لے آؤ تا کہ ہم جنگ کے دوران ہی امام حسنؑ کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیں گے اور ہم تمہارے فرماں بردار ہیں۔

امام حسنؑ کے پاس خوارج آتے تھے تو کہتے تھے کہ:

(انت خليفه ابيك ونحن السامعون المسطعيون فامرنا باحرك)

یعنی اے امام حسنؑ تم تو اپنے والد علیؑ بن ابو طالبؑ کے جانشین ہو۔ ہم تمہارے مطیع وفرماں بردار ہیں۔ ہم کو حکم دیں ہم اپنی جان قربان کر دینگے۔ امام حسنؑ کو ان کی دورخی باتوں کا پتہ چل گیا تھا اس لئے فرماتے تھے کہ **كذبتم والله** بہ خدا تم جھوٹے لوگ ہو، فتنہ گر ہو اور اگر تم اپنے قول کے سچے ہو تو جنگِ مدائن میں چلو وہاں دودھ کا دودھ پانی کا پانی سب کچھ پتہ چل جائے گا۔ یہ میرا حکم حکمِ امام ہے لیکن وہ لوگ چہرہ موڑ لیتے تھے۔

اکثر قبائل ایسے ہی منافق تھے ان کو دین کی کوئی پرواہ نہیں تھی اور امام کو اکیلا چھوڑ دینا پسند تھا اور خود جان بچا کر بھاگ جاتے تھے ان کا ہر کام اسلامی قانون کے خلاف تھا۔ امام کو زہر دینا پسند تھا مگر اپنی جان محفوظ رکھنی تھی۔ اسی لئے امام کو کئی بار زہر دیا گیا تھا۔ پھر معاویہ کے ساتھ انہوں نے عہد کیا پھر معاویہ نے امام کو مطلع کیا کہ اب صلح کر لو تو بہتر ہے۔ تمہارا ہمدرد کوئی بھی نہیں ہے۔

بے ایمان لوگوں کا وجود:-

یہ ایسے منافق خوارج تھے کہ کبھی امام کے دوست بن جاتے تھے کبھی دشمن اور علیؑ

دشمنی میں اتنا بڑھ جاتے تھے کہ اسلام کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

امام حسنؑ نے عبیداللہ بن عباس اپنے چچازاد بھائی کو بارہ ہزار (۱۲،۰۰۰) فوجیوں کے دستوں کے ساتھ معاویہ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا اور دو حضرات کو ان پر نگران بھی بنا دیا کہ ان کی نقل وحرکت پر نظر رکھیں اور اگر ایک میدانِ جنگ میں کام آجائے تو دوسرا قائم مقام بنے۔ پھر دیکھا گیا کہ عبیداللہ نے معاویہ سے ایک ملین درہم جو دغا بازی کرنے کیلئے بطورِ رشوت طے کئے تھے اور آدھی رقم پیشگی لے کر مع لشکر آٹھ ہزار (۸،۰۰۰) فوجی معاویہ کے پاس چلا گیا یہ تو امام حسنؑ کے چاہنے والوں اور رشتہ داروں کا ذکر ہے کس قدر دغا بازی کی ہے۔ اب ایسے ناگفتہ بہ حالات میں کیسے جنگ لڑی جا سکتی تھی۔ بالکل ہی ناامیدی چھا گئی پھر دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) درہم یعنی پانچ لاکھ درہم رشوت لے کر دو سو آدمیوں کے فوج کے دستے کے ساتھ دوسرا گروہ بھی چلا گیا۔ اب معاویہ مطمئن ہو گیا۔

پھر ان خائنوں کا خط معاویہ کے نام چلا گیا کہ ہم کو اتنی رشوت دو تو ہم دست بستہ آپ کے غلام ہیں۔ یہ نامہ امام نے برسرِ منبر پڑھ کر سنایا اور پھر فرمایا کہ کیا میں نے تم کو اپنی تحویل میں کسی ذلت کے ساتھ رکھا تھا۔

اب معاویہ بالکل ہی سامنے آگیا کہ خائنوں کے کاموں کا معائنہ کرے اور اطمینان کر لے اور امام کے قتل کرنے کی سازش تیار کرنے لگا۔

اچانک میسرہ کی طرف سے امام پر حملہ کیا گیا امام زخمی ہو گئے اور خانۂ سعید ثقفی میں علاج کیلئے منتقل ہو گئے جو مختار ثقفی کے چچا تھے۔ مختار نے کہا کہ اے چچا میرا ساتھ دو ہم دونوں مل کر معاویہ کو مزا چکھاتے ہیں اور عراق پر اپنا قبضہ کرتے ہیں لیکن سعید نے یہ بات پسند نہیں کی۔ (ناسخ التواریخ)

مسلمانوں کی دنیا پرستی:-

امام کیلئے ایک پریشانی یہ تھی کہ لوگ دنیا پرست اور لالچی تھے۔ دین کو بھول گئے اور رات دن دنیا کے عیش وعشرت میں لگ گئے یہ لوگ تقویٰ، روحِ عبادت، زھد، توکل کو بھول گئے۔ یہ بھی دوسری مصیبت تھی۔

حکومتِ معاویہ اچھے اور نیک لوگوں کو دیکھنا پسند نہیں کرتی تھی۔ عدل وانصاف مفقود تھا لوٹ مار قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا، غنڈوں کی حکومت تھی اور دین کا چہرہ اتنا مسخ کر دیا گیا تھا کہ دین ختم ہوتا جارہا تھا اور نماز روزہ تقویٰ وجہاد ان باتوں کو بیکار بتا دیا گیا تھا۔

یہ ہیں بنی امیہ کے سپوتوں کے کالے کارنامے۔ دین چاہے مٹ جائے مگر دنیا ہاتھ آجائے اس لئے غنڈوں کے عیش آگئے اور نیکوکار لوگ یا تو قتل ہو گئے یا جیلوں میں بند کر دیا گیا اور کچھ گوشہ نشین ہو گئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ والی زندگی ہی لوگوں نے اپنالی عشق وعاشقی عیش پرستی دنیا پرستی کو اپنا لیا گیا اور اس بدترین دور کو اسلامی انقلاب کا نام دیا گیا اور سمجھتے تھے کہ ہماری یہی کامیابی ہے۔

مسلمانوں کی غفلت:-

امام کو جن پریشانیوں کا سامنا تھا ان میں سب سے بڑی پریشانی لوگوں کی غفلت اور چشم پوشی تھی۔

لہٰذا ایک روز ان لوگوں نے امام سے پوچھا کہ آئندہ کا لائحہ عمل کیا ہے۔ کیا کام کرنا ہے۔ امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم معاویہ میرے لئے ان لوگوں سے بہتر ہے کہ جو اپنے کو (یہ خوارج) شیعہ کہلا رہے ہیں۔ (ناسخ التواریخ)

امام نے بارہا اپنے لوگوں کو معاویہ سے جنگ کرنے کی ترغیب دی اور بلایا مگر لوگوں نے پرواہ نہ کی۔ قطعاً جنبش نہ کی تب آپ منبر پر گئے اور فرمایا کہ:

ایھا الناس۔ جاگو اور ہوش میں آؤ کہ معاویہ پیسہ رشوت دے کر لوگوں کو حرکت میں لا رہا ہے۔ اب تم بھی اُٹھو مگر ایک آدمی بھی نہ اُٹھا تب امام نے جواب دیا کہ آخر بات کو پھر دہرا رہا ہوں میری بات کا جواب دو لیکن پھر بھی سکوت چھایا رہا۔ آخر کار عدی بن حاتم کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو ذلیل کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ:

سبحان اللہ۔ تمہاری حرکت رکیک ہے، کس قدر بیہودہ کردار کے تم مالک ہو (آخر کیوں امام جو رسولؐ خدا کے بیٹے ہیں) ان کی بات کا صحیح جواب کیوں نہیں دیتے ہو کیا تم کو خوفِ خدا نہیں ہے، تم کو عیب وننگ سے نفرت نہیں ہے۔ اب اس قسم کی باتیں ہونے لگیں یعنی چہ میگوئیاں ہر طرف ہونے لگیں۔ آخر دس روز بعد صرف چار ہزار (۴،۰۰۰) کا لشکر تیار ہوا۔

امام سے انکار اور امام کا حکم نہ ماننا:-

آخر امام کی باتوں کا کوئی مثبت اثر نہ ہوا اور معاشرہ اس قسم کا ہو گیا تھا کہ لوگوں میں روحِ اطاعت ختم ہو چکی تھی اور تیسرے خلیفہ حضرت عثمان کے زمانے میں تو دین کو کھلونا بنا کر برباد کر دیا گیا تھا۔ خلفشار بڑھتا جا رہا تھا۔

وفاتِ پیغمبرؐ کے بعد حضرت علیؑ اور دین کی مخالفت شروع ہو گئی۔ اولی الامر دنیاوی نمائندوں کو بنا لیا گیا۔ جن سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا اور عوام شتر بے مہار کی طرح آزاد ہو چکے تھے۔ اب ایسے ناہنجار زمانے میں امام حسنؑ کو کتنی مشکلات کا سامنا تھا۔ بخوبی آپ اندازہ لگائیے گا ان لوگوں کے دل دنیا کمانے میں لگے ہوئے تھے ان کو دین سے یا امام سے کیا واسطہ رہ گیا تھا۔

خارجی پریشانیاں:-

اب کئی قسم کی پریشانیاں لاحق ہو چکی تھیں جن کا مقابلہ کرنا بھی ضروری تھا مثلاً:

دشمن نے اپنی فوج کو مضبوط کر لیا تھا:-

معاویہ نے اپنا رویہ بہت خطرناک بنا رکھا تھا۔ ذرا سا بھی شک ہوتا تھا تو انسانوں کو فوراً قتل کرا دیتا تھا اور معاویہ کو کیا پڑی تھی کہ معاشرے کو پاک بناتا۔

وعدہ و وعید ہوتے تھے کہ ہم کو فتح ہوگی تو ہم اتنا انعام دیں گے۔ ضعیف اور کمزور کا حق (بیت المال) ہڑپ کر لیا گیا تھا۔ لوگوں کی جان مال عزت آبرو محفوظ نہ تھی۔ غنڈہ گردی تھی۔ اللہ کے نام سے معاویہ کو کوئی خاص غرض نہ تھی نہ خوف تھا۔

علی الاعلان ہر بدی عروج پر تھی۔ اب حالات اس قسم کے ہو چکے تھے کہ حضرت علیؑ کے لئے مشکلات کا انبار لگ گیا تھا۔ معاویہ نے خلفشار پیدا کر دیئے تھے۔ امام فرماتے تھے کہ میں حاضر ہوں اور اپنے لشکر کے ہر ایک آدمی کی بٹالین کو معاویہ کی فوج سے بدلنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ اپنے باطل پر اصرار رکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں اور یہ اپنے حق کے بارے میں بے اعتماد ہیں۔

مُلک میں بدامنی پھیلائی گئی:-

معاویہ نے ملکِ شام میں اپنی بیس سالہ جبریہ گورنری کے زور پر عوام الناس کو دین اسلام سے دور اور قرآن وعلیؑ سے بے بہرہ کر دیا تھا اور وہ لوگ یہ جاننے لگے تھے کہ اسلام صرف اتنا ہی ہے جتنا معاویہ نے بتلایا ہے۔

اب یہ لوگ اس قدر معاویہ کے مبہوت (دل دادہ) ہو گئے تھے کہ جنابِ رسولؐ خدا اور معاویہ کو ایک جیسا ہی سمجھنے لگے تھے یعنی گویا کہ شیر وشکر ہوں اور یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا کہ معاویہ کاتبِ وحی ہے اور رسولؐ خدا کا صحابی اور ہمراز ہے اور اسلام کی ہر خبر

چونکہ وحی کے ذریعے آتی ہے اس لئے معاویہ کو سب سے پہلے معلوم ہو جاتی تھی۔

ان باتوں نے شامی لوگوں کو دین سے بے خبر کر دیا تھا وہ صرف معاویہ کی تعریف کرنا جانتے تھے اور قرآن وعلیؑ وپیغمبرؐ سے دور کا واسطہ بھی نہیں رہا اور اس کا مشاہدہ آپ جنگِ صفین میں فرمالیں کہ معاویہ کے فوجی جب بھی میدانِ جنگ میں آتے تھے تو وہ علیؑ پر لعنت اور تبراء کرتے تھے (معاذ اللہ) طرح طرح کے الزام حضرت علیؑ پر لگاتے تھے کہ علیؑ نماز نہیں پڑھتے تھے، چوروں کے سرغنہ تھے بدمعاش تھے وغیرہ وغیرہ۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

حالات اس قدر خراب ہو گئے تھے کہ ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک شامی حسنِ مجتبیٰؑ کی تلاش میں آیا اور جب اسے پتہ چل گیا کہ یہ حسنؑ بن علیؑ ہیں تو امام کی توہین کرنا شروع کر دی اور کہنے لگا کہ تم لوگ قاتل اور غنڈے بدمعاش ہو جب وہ اپنی بکواس کر چکا تو امام حسنؑ نے بہت نرمی اور ملائمت سے کہا کہ بھائی تم جس چیز کے خواہش مند ہو سب کچھ آپ کو مل جائے گا۔ یہ سنتے ہی وہ شامی معافی مانگنے لگا کیونکہ ملکِ شام بہت دور دراز کا علاقہ تھا وہاں پر حکومتِ وقت اپنا کنٹرول بھی نہیں کر سکتی تھی اس لئے وہاں بیس (۲۰) سالہ گورنر معاویہ کی بات ہی مانی جاتی تھی اور کسی کا بس نہیں چلتا تھا اور اس علاقے کی اصلاح کرنا دو چار دن کا کام نہ تھا بلکہ مہینوں اور برسوں چاہیئے تھے۔ ظاہر ہے ایسے حالات میں شام میں معاویہ کی بات ہی چلتی تھی۔

بنی اُمیہ کا گٹھ جوڑ:-

دوسری پریشانی امام کے لئے یہ بھی تھی کہ ہر شخص بنی امیہ کے ہی گیت گاتا تھا اور ہر شخص چاہتا تھا کہ خلافت یا بادشاہت علیؑ کو نہ ملے بنی ہاشم سے دور رہے اور بنی امیہ ہی لگاتار حکومت کرتے رہیں اور مخالفتِ خاندانِ پیغمبرؐ میں معاویہ ہی تنہا نہیں تھا بلکہ ہر

شخص کو عہدہ و مقام اور منہ مانگی دولت (رشوت) دی جاتی تھی اس لئے لوگ بنی امیہ کے شیدائی تھے۔ یہاں کے حالات کو قابو کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اب چونکہ معاویہ کی حکومت کی مدت بیس (۲۰) سال ہو چکی تھی اور دورِ عثمانی میں اور بھی بنی امیہ کو عروج ہوا۔

اب حضرت علیؑ کو (چوتھی خلافت ملی) تو آپ نے بنی امیہ کو گھٹانا (کمزور کرنا) شروع کیا لیکن اتنی دیر ہو چکی تھی کہ معاویہ کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں اور معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف لشکر کشی کی سوچی اور اسلام سے پہلے جو عقیدے بنی امیہ کے تھے ان کو رائج کر کے مسلمانوں کو گمراہ کر دیا گیا۔ یہی وجہ تھی اچھے اور برے کی تمیز ختم ہو چکی تھی۔ بیس (۲۰) ماہ تک حضرت علیؑ اور معاویہ کی جنگ برقرار رہی ہے لیکن شامی لوگ علیؑ اور معاویہ میں فرق نہیں کر سکے کہ کون حق پر ہے۔

روم کے حملے کا خطرہ:-

اب چونکہ ہم تمام حالاتِ معاویہ سے واقف ہو چکے ہیں اور ہمیں مکمل پتہ چل گیا ہے کہ معاویہ کو صرف اور صرف دنیا پرستی اور حکومت کی ضرورت تھی اچھے برے ہتھکنڈے استعمال کر کے حکومت بنا ڈالی۔ اب معاویہ نے بہت دور کی سوچی۔ ملکِ روم جو مسلمانوں کی حکومت کے مشرق میں واقع ہے اس سے معاویہ نے دوستی شروع کی اور معاہدہ کیا کہ اگر تم لوگ ہماری مدد کرو گے کہ علیؑ پر ہم کو فتح حاصل ہو جائے تو ہم تم پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر تم کو کسی وقت پناہ لینے کی ضرورت پڑی تو ہم پناہ بھی دیں گے۔ معاویہ نے روم سے ساز باز کر لی۔

امام حسنؑ اور ان کے والد حضرت علیؑ جانتے تھے کہ اگر معاویہ راہِ راست نہیں آیا تو ملکِ روم تو درمیان میں ہے اس کے حملے سے مسلمان کمزور ہو جائیں گے لیکن معاویہ کو

ایسا مسئلہ درپیش نہ تھا لیکن امام حسنؑ کیلئے مسئلہ درپیش تھا۔ اب معاویہ کے بارے میں امام حسنؑ کیا کریں کہ معاویہ کافروں سے معاہدہ کر رہا ہے اور لوگوں کی جہالت کے سبب بڑی دشواری پیش آگئی۔ یعقوبی لکھتے ہیں کہ (ج۔۲، ص۔۲۰۶) معاویہ نے ملکِ روم سے معاہدہ کیا اور ایک سو ہزار دینار یعنی (۱۰۰۰،۰۰۰) دس لاکھ دینار کی بھاری رقم حکومتِ روم کو دی تا کہ معاہدہ پکّا رہے۔

امام حسنؑ کو جب پتہ چلا تو انھیں مسلمانوں کی سلامتی کی فکر ہو گئی اور انہوں نے وہ رقم جو دورانِ حکومتِ علیؑ معاویہ کو دی گئی تھی واپس لینے کی کوشش کی پھر جنگ کی تیاری کی تا کہ اسلام باقی رہے۔

رشوت سے امام حسنؑ کے لشکر کو کمزور کر دیا گیا:-

اب معاویہ نے اپنی خبیثانہ چالوں سے بنی امیہ کو طاقت پہنچانی شروع کر دی اور امام حسنؑ کے لشکر کو کمزور بنانا شروع کر دیا۔ ظلم و سفا کی شروع کر دی غرض جس طرح سے بھی ہوا فریب دے کر شیطانی چالیں چلنا شروع کر دیں اور اچھے برے کی تمیز بھی ختم کر دی۔

معاویہ کوئی قیمتی شئے نہیں تھا اسے چاہیئے تھا کہ علیؑ کی ماتحتی گوارا کر لیتا۔ مگر چونکہ جنگِ صفین میں معاویہ نے لشکر والوں کی چالاکی دیکھ لی تھی اسی طرح کی امید اب بھی لگائے ہوئے تھا اور قرآن کو نیزوں پر بلند کرا کر اپنا مقصد پا لیا تھا اور علیؑ کو بے دست و پا کر دیا تھا اور معاویہ جانتا تھا کہ فوجی لوگ میری اندھی تقلید کرینگے۔ اور اسے ہی راہِ خدا سمجھیں گے اور معاویہ نے مُلاّ اور کٹھ مُلاّ سب کو پیسے دے کر خرید لیا تھا کہ وہ جگہ جگہ تقریریں کرتے اور پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) امام علیؑ اور امام حسنؑ کافر ہیں اور ان کے مقابل جنگ کرنا ہی خدا کا سیدھا راستہ ہے۔ معاویہ عوام

الناس کو فریب دے کر اپنی حکومت کو مضبوط بنا رہا تھا اور حضرت ابو بکر نے اپنی عمر اور کہن سالی کا تذکرہ کیا تھا کہ میں عمر میں سب سے بڑا ہوں اور ناموں میں (خطوط میں) اپنے کو (امام) خلیفہ لکھا تھا:

(وقد علمت اِنی اطول منك ولا ية واقدام جنگ بهٰذا الا مه تجربه و اكبر مك سنا ـ فانت احق ان تحبينى اِلىٰ هٰزاه المنزله)

یعنی میں نے سب سے زیادہ لوگوں پر حکومت کر کے (اختیار حاصل کیا ہے) مجھے بہت تجربہ ہے اور عمر میں بھی بڑا ہوں لہٰذا اب تم سب کو چاہیئے کہ میری بیعت کرو۔

اب معاویہ نے فوجیوں میں خلفشار پیدا کیا۔ راویوں نے لکھا ہے کہ اس سال ساٹھ ملین (۶۰۰۰،۰۰۰) درہم برائے ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) ہزار فوجی دیئے گئے لیکن قیس سھمیہ جو قبیلے کا سردار تھا اس کا قاتل تھا حمایتی تھا۔ (تاریخ اسلام، ج۔۱، ص۔۴۷۵)

غرض معاویہ نے مختلف حیلوں بہانوں سے اپنی حکومت کو مضبوط بنایا کسی کو حیلے بہانے سے کسی کو بھاری رقم کا لالچ (رشوت) دے کر اور کچھ سے وعدہ وعید کر کے کہ ہم کو فتح ہو گی تو ہم تمہاری ہر طرح کی مدد کرینگے۔۔ اس طرح سے فوجیوں کو ورغلا کے امام حسنؑ کے خلاف اور اپنے موافق کر لیا گیا اور اسلام سے دور کر دیا۔

مسجد کے مُلاّؤں کو خرید لیا گیا:

اب کیا تھا معاویہ نے اپنی حکومت کے استحکام کیلئے ہر طرح کے لوگوں کو پیسے کے زور پر خریدنا شروع کر دیا۔ شاعر، مولوی کٹھ مُلاّ، مبلغ، واعظ اور صحابیٔ رسولؐ وغیرہ کو کہ معاویہ اور بنی امیہ کی شان کو بڑھائیں اور جتنا بھی مبالغہ ہو سکے کریں۔ اب مشہور ہستیاں بھی پیسہ لے کر دین اسلام اور علیؑ کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے میں لگ گئیں جیسے ابو ہریرہ، عمرو عاص، سمرہ، بسرہ، مغیرہ وغیرہ۔ سارے خوشامدی ٹٹو اور چاپلوس

دربارِ معاویہ میں رہتے تھے اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔

اب ایسے حالات میں امام حسنؑ کو بڑی بڑی دشواریاں پیش آئیں کیونکہ اسلام تباہ کر دیا گیا تھا۔ امام چاہتے تھے کہ معاویہ کی اصلاح کریں مگر پروپیگنڈہ پارٹی نے جھوٹی حدیثیں اور قول ہزاروں کی تعداد میں معاویہ اور بنی امیہ کی تعریف میں گڑھ ڈالیں۔ اللہ کا خاص بندہ، خاصانِ خدا اور کاتبِ وحی معاویہ کو بتائیں۔

اب اگر پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا تو پھر لوگوں نے حضرت ابو بکر کو خلیفہ کیوں بنایا یہ حکمِ خدا کی کُھلّم کُھلاّ خلاف ورزی تھی یہ بھی معاویہ شاہی چال تھی۔

ایک روز معاویہ نے اپنا شاہی دربار سجایا اور اخطل شاعر درباری نے فوراً شعر کہے جس کا مضمون کچھ اس طرح کا تھا کہ معاویہ نے اپنے آپ کو بادشاہ کہا ہے۔ یہ بات چھوٹی ہے بلکہ معاویہ تو خلیفۂ خدا ہے اور ان کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں وغیرہ۔

معاویہ نے بھاری رقم دے کر یہ شاعرانہ کلام خرید لیا اور اب کیا تھا معاویہ کی شان میں ابو ہریرہ نے پانچ ہزار تین سو حدیثیں جھوٹی گڑھ دیں۔ عبید اللہ بن عمر نے دو ہزار، عائشہ نے تیئس سو، انس بن مالک نے بھی تیئس سو حدیثیں جعلی معاویہ کی شان میں کہہ ڈالیں اور عظیم مرتبت صحابیٔ رسولؐ کو جیسے حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو ذر غفاری، حضرت مالک اشتر، حضرت عمار یاسر وغیرہ کو بے دین کہا جانے لگا اور معاویہ کو رسولؐ خدا کا پیارا صحابی گردانا جانے لگا۔

اب کیا تھا دنیاوی ملا کٹھ ملا مبلّغ واعظ قاری و حافظ سب کو معاویہ نے رقم دے کر خرید لیا اور کہا کہ ہر ہر مسجد کا پیش امام نمازِ صبح و نماز مغربین میں اہل شام کو بتائیں اور معاویہ کیلئے دعائیں کریں اور دشمنوں پر لعنت کریں اور معاویہ کے بارے میں اچھی اچھی

باتیں کہیں کہ معاویہ دین پرست ہے (دنیا سے دور ہے) اب لوگوں کے ذہن کو فضائل معاویہ میں (جعلی کام میں) الجھا دیا گیا اور معاویہ کی کامیابی کا سبب بن گیا کیونکہ معاویہ کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا گیا۔

❀❀❀

باب ﴿﴾.....۱۱

اسلام میں جنگ اور صلح کا مفہوم

امام کا تعلق پوری امت اور دین کے ساتھ مضبوط رہتا ہے اور صلح و جنگ دونوں کام اسلام کے ہیں اور یہ جاننا چاہیئے کہ جنگ (جہاد) کس صورت میں ضروری ہے اور صلح کیا چیز ہے۔ صلح کب اور کیسے کی جائے؟ کس طرح اسلام کے اصولوں پر عمل کریں یہ امام دیکھتا ہے۔

جہاد کا مقصد و غرض:۔

اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں کہ مسلمان حاکم اپنی بادشاہت کی حدیں بڑھا کر دوسرے ملکوں پر حملہ کرتے رہیں اور قتل و غارت گری ہوتی رہے بلکہ کلمۂ حق بلند کرنے کیلئے اور اسلام کی سربلندی کیلئے جب بھی دین پر آنچ آئے تو جنگ کرنا (جہاد) واجب ہو جاتا ہے اور جہاں تک بھی ممکن ہو صلح و آشتی سے کام لیں جنگ و جہاد کا مقصد حکم خدا کے مطابق ہونا چاہیئے اس میں ذاتیات یا دنیاوی نفع مقصود نہ ہو۔

ہر انسان کی آزادی کا خیال رکھیں اس کا شرف سمجھیں عزت کریں زندگی کا بھی خیال رکھیں تا کہ حکم خداوندی کے خلاف کام انجام نہ پائے۔

ہاں اگر دین اسلام پر آنچ آنے لگے لوگوں کے حقوق غصب ہونے لگیں، غارت گری عام ہو جائے تو ایسی حالت میں جنگ و قتال (جہاد) واجب ہو جاتا ہے۔

جیو اور دوسروں کو جینے دو:۔

اصلی زندگی کا لطف امن و چین سے رہنے میں ہے لیکن جنگ جب واجب ہوگی جب دین میں رخنہ ڈالا جانے لگے گا۔

ہر انسان کو چاہیئے کہ خود جیئے اور دوسروں کو جینے دو کے اصول پر عمل کرے کہ حقیقی زندگی یہی ہے یہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور زندگی کو کامیاب بنانے کا راز اسی میں مضمر ہے اور جہاں تک بھی ممکن ہو صلح و صفائی بھائی چارے اور امن سے انسان زندگی گزارے اور دوسروں کو بھی موقع نہ دے یہی حقیقی جہاد ہے اور خدا کا سیدھا راستہ ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جناب رسولؐ خدا نے اپنی پوری زندگی صلح و صفائی امن و بھائی چارے سے گزار دی اور صلح حدیبیہ اس کا ثبوت ہے۔

صلح و جنگ کے مقاصد:۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کیلئے یہ ضروری ہے کہ حکم خدا کی تعمیل کریں چاہے جنگ کیلئے ہو (جہاد کیلئے) یا صلح کیلئے ہو چاہے اپنی جان دینی پڑے چاہے خاندان گھر بار قربان کرنا پڑے۔ اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹانا پڑے گا جیسا واقعہ کربلا کو دیکھو یا خطرات کی وجہ سے زندگی گوشہ نشینی کی حالت میں (تقیہ) میں گزارنی پڑے۔ قعود حسنیؑ اور قیام حسینیؑ سے کام لینا ہوگا اور اسلام میں ایک مسئلہ فوق العادت شہادت کا ہے۔

شہیدوں کا درجہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت بلند ہوگا اور اگر اللہ کی راہ میں کسی مومن کو طرح طرح کے طعنے دشمن کی جانب سے ملیں آزار ملے زبان سے ذلیل باتیں سنی پڑیں وغیرہ اور صلح و آشتی سے برداشت کرلیں تو اس کا بھی اجر شہید کے برابر ملے گا۔

اگر کوئی شخص صلح و آشتی سے بھاگتا ہے امن بھائی چارے کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا ہے تو یہ بھی خیانت اسلام کے زمرے میں آتا ہے اور ایسی ذلت و پریشانی میں موت ہو جاتی ہے تو شہید کے برابر اجر نہیں ملتا ہے۔

باب ﴿﴾.....۱۲

امام حسن علیہ السّلام کی معرفت

ہم کو چاہیئے کہ ہم نقش قدم امام پر چلیں اگر امام صلح کرلیں تو ہم کو نکتہ چینی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لوگوں میں غلط قسم کے پروپیگنڈے بہت ہوتے ہیں۔ لیکن امام کی ذمے داریاں سب سے جداگانہ ہوتی ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیارات ہیں۔ انھیں دین اسلام اور معاشرے کی بھلائی کی فکر رہتی ہے۔

امام حسن علیہ السّلام کی شجاعت:۔

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ امام رشید اور بہادر ہوتا ہے اور دلیری و بہادری ان کی رگ رگ میں سمائی ہوتی ہے۔ معاویہ سے جنگ کے مقابلے میں حضرت علیؑ کی بہادری دیکھیے جس میں عمرو عاص اور مغیرہ کا بھی کردار ہے۔ جنھوں نے ایسے بدترین کارنامے کئے جس سے نسلِ پیغمبرؐ حسینؑ کو شہید کر دیا گیا۔ پھر جنگ صفین و جمل کو دیکھئے کہ جس میں معاویہ کے جھنڈے کو سرنگوں کرنا چاہا تھا کبھی وہ دشمنوں پر حملہ کرتے تھے کبھی اپنے بے وفا ساتھیوں سے اپنی حفاظت کرتے تھے۔

امام حسنؑ کو جنگ کا کوئی خطرہ نہ تھا جس کی وجہ سے ڈر کر یا دب کر صلح کرلی بلکہ صلح کا مقصد تھا نجات امت قتل و غارت گری سے بچاؤ کیونکہ امام کی پوری ذمے داری حق کی طرف داری میں گزری تھی لیکن اجل نے آپ کو اتنی مہلت نہ دی کہ آپ احقاقِ حق

فرماتے اور اپنے دشمنوں کو شکست دے کر کیفر کردار تک پہنچاتے۔

امام حسن علیہ السلام کی سخاوت:

امام حسنؑ کو زندگی میں سکھ نصیب نہ ہوسکا بلکہ آپ نے اپنی پوری زندگی غریبوں اور مستحقوں کے لئے تنگ و دو میں گزار دی کہ مستضعفین کو حق ملے۔ فقیروں اور حاجت مندوں کی حاجتیں پوری ہوتی تھیں۔

دسترخوانِ امام حسنؑ:-

زمانے بھر میں مشہور ہے جس میں عوام بہترین قسم کے کھانے کھاتے تھے لیکن امام خود سادہ کھانا کھاتے تھے۔ اپنے والد حضرت علیؑ بن ابوطالبؑ کی طرح تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ کبھی ہفتہ دو ہفتہ بھی آپ کو آرام ملا ہو اور یہ معاویہ اور اس کے خوشامدی ٹٹوؤں کی کوشش رہی کہ غلط پروپیگنڈے کے ذریعے امام کو بدنام کریں کہ امام عیش پسند تھے جنگ کے خوف سے صلح کرلی بے شمار شادیاں کیں وغیرہ۔

آپ سادہ لباس پہنتے تھے۔ معمولی روٹی سالن پر قناعت فرماتے تھے اور سخت سے سخت ترین کام انجام دیتے تھے جیسے کھیتی باڑی جنگ میں جان جھونکنا، شجاعت وغیرہ اور منافقین طرح طرح کے عیب لگا کر بہانے تلاش کرتے تھے کہ معاذ اللہ امام عیش پرست و آرام طلب تھے۔ جنگ سے ڈر کر صلح کرلی اپنی جان عزیز سمجھی یہ سب غلط پروپیگنڈہ معاویہ عمرو عاص اور مغیرہ نے امام کو بدنام کرنے کیلئے کیا تھا۔

امام حسن علیہ السلام سرکاری خزانے کے مالک نہیں تھے:-

امام کوئی بیت المال (سرکاری خزانے) کے مالک نہ تھے اور نہ کوئی لمبی چوڑی دولت تھی بلکہ آپ کھیتی باڑی کر کے محنتِ شاقہ سے روٹی کماتے تھے اور جب کھیتی باڑی سے خرچہ پورا نہیں ہوتا تھا تو کوئی دوسرا کام کر کے زندگی گزارتے تھے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ

لوگوں کی جماعت امام کے ساتھ بہت زیادہ تھی تو حالات اس قسم کے تھے کہ اہلِ مدینہ جو امام کے چاہنے والے تھے بہت غریب تھے ان کو پے در پے جنگوں نے اتنا مجبور کر دیا تھا کہ امام کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ ادھر معاویہ نے ان کو تباہ کیا ادھر خلیفہ سوئم حضرت عثمان کے زمانے کی خلفشاری نے تباہ کر کے رکھ دیا تھا جو لوگ نانِ جویں کو محتاج ہوں وہ کس کی مدد کر سکتے ہیں۔ امام نے انکے واسطے ایک مہمان سرائے (خانۂ طعام) بنایا تھا جس کے ذریعے لوگوں کی گزر اوقات بخوبی ہو سکے۔ تاریخ نے امام کے کارہائے نمایاں غریبوں کی پرورش وغیرہ لکھی ہے۔ کبھی تحفے میں شہد آجاتا تھا کبھی دیگر تحائف آجاتے تھے کبھی کبھی ان کو فروخت کر کے کام چلایا ہے اور صلح امام کے بارے میں پروپیگنڈہ پارٹی نے جھوٹ بولا ہے۔

امام حسنؑ کی ازدواجی زندگی کا پروپیگنڈہ:-

معاویہ نے امام حسنؑ کو بدنام کرنے کیلئے غلط غلط پروپیگنڈہ کئے کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) امام عیاشی میں گزر کرتے تھے اور ان کی سات سو بیویاں تھیں یا بے شمار بیویاں اور اولادیں تھیں اور یہی بات مورخین اہلسنت نے لکھی ہے جس میں معاویہ کی جھلک آتی ہے۔

اور لکھا گیا ہے کہ آپ کو شادیاں کرنے کا بے حد شوق تھا اور پھر جلد ہی طلاق بھی دے دیا کرتے تھے۔ بے شمار بیویاں رکھیں اور بے شمار کو ہی طلاق بھی دی اور یہاں تک جھوٹ بولا کہ (معاذ اللہ) حضرت علیؑ کو بیچ میں لے آئے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں سے کہا کہ میرے بیٹے حسنؑ کو لڑکیاں شادی میں نہ دینا البتہ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہماری لڑکی چندروز کیلئے بھی امام کی بیوی رہے اور طلاق ہو جائے تو بھی ہمارے لئے باعثِ عزت ہے۔ ہم اس مسئلے کو صرف اور صرف تاریخ کا افسانہ شمار کرتے ہیں۔

در حقیقت ان باتوں کی کوئی بھی اصلیت نہیں ہے۔ یہ معاویہ کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔

امام کی زندگی کے کارنامے:-

امام کھیتی باڑی کر کے اپنی گزر اوقات فرماتے تھے اور بہت انہماک سے بندگیٔ الٰہی بجالاتے تھے اور آپ کے بیٹوں کی تعداد یعقوبی نے آٹھ[8] لکھی ہے۔ ابن خشاب نے بارہ[12] لکھی ہے ابن شہر آشوب نے چودہ[14] اور طبری نے سترہ[17] اور شیخ مفید نے پندرہ[15] لکھی ہے اور ناصبی و خارجی مورخین نانہجاران و حرام زادوں نے سات سو بیویاں لکھی ہیں ان کی فہرست بھی لکھیں تاریخ کیوں گونگی ہوگئی۔ یہ سب خیانت کی گئی ہے۔

تاریخ میں کثرتِ ازدواج لکھا ہے اور کوئی تفصیل کسی طرح کی نہیں لکھی ہے کہ کون کون تھیں کہاں کی تھیں، کس قبیلے کی تھیں وغیرہ۔ تاریخ اگر سچی ہے تو سب کے نام و تفصیل بھی لکھے۔

اب دوسرا رخ تاریخ کا دیکھیے کہ یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ تاریخ نے ایسی بات لکھ دی جس سے عقل حیران ہے۔

معاویہ جیسے ہوا و ہوس و دنیا پرست انسان کو لکھ دیا ہے کہ وہ تو عبادتِ الٰہی سے سروکار رکھتے تھے۔ حکومت میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ معاویہ کو عشقِ الٰہی تھا۔ (یہ تاریخ نے خیانت کی ہے اور سب کچھ جھوٹ لکھا ہے) کیونکہ امام کے حالات سامنے آچکے ہیں مکرر لکھنے کی ضرورت کیا ہے۔ امام نے مختصر چند بیویاں رکھی ہیں اور کبھی بھی کسی عورت کو طلاق نہیں دی مبادا اس کی ذلت کا سبب بنے۔

جان کا خوف نہیں تھا:-

امام کو کسی قسم کا ڈر اور خوف نہیں تھا جو ڈر کر صلح کرتے۔ وہ تو کئی جنگیں صفین و جمل لڑ چکے تھے ان کو موت سے کوئی خوف نہ تھا کیونکہ حسنؑ مجتبیٰ تو اپنے باپ حضرت علیؑ شیر خدا

کے بیٹے شیر ببر تھے۔ اگر موت کا خوف تھا تو معاویہ ہی کو تھا وہ تو مرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ البتہ عوام الناس کے خون بہانے میں تیز تھا۔ فوراً ہی لوگوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ معاویہ کی پوری کی پوری کوشش یہی رہی کہ اسلام کا شیرازہ درہم و برہم کر دے اور امام حسنؑ کیلئے اتنی مشکلات پیدا کر دے کہ ان کو ایک لحظہ کو بھی چین کی زندگی نصیب نہ ہو اور آخرکار زہر دلا کر شہید کر دیا۔

امام حسنؑ کا جہاد جہادِ خاموش تھا:-

اپنی جان پر بے شمار صدمات سہے کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے کئی بار زہر دیا گیا۔ آپ کی زندگی کا مقصد تھا اسلام کی سربلندی رہے (جیسے امام حسینؑ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے) کتاب صواعق محرقہ میں ابن حجر نے لکھا ہے کہ جب امام حسنؑ بچپن میں حضرت ابوبکر کو اپنے نانا کے منبر پر بیٹھا دیکھتے تو بہت بہادری و جرأت سے کہا کرتے کہ میرے نانا کے منبر سے اتر جاؤ اور آپ کو ذرا بھی خوف و ہراس نہ تھا۔

❀❀❀

باب ۔۔۔۔۔۔۱۳

فتح اور شکست

اب ہم دیکھتے ہیں کہ امام حسنؑ کا پلڑا بھاری ہے یا معاویہ کا البتہ امام کے لشکر میں خلفشار کی کئی وجوہات تھیں جس کا یہاں ذکر کرنا طویل ہو جائے گا۔

اگر امام جنگ کرتے:۔

اگر امام جنگ شروع کر دیتے تو یقیناً شکست ہو جاتی اور وہ بھی ذلت والی شکست ہوتی اور معاویہ فاتح ہو جاتا۔ پھر امامؑ کا کون یار و مددگار ہوتا کوئی وفادار نہ ہوتا کیونکہ مرد کندی نے معاویہ سے بھاری رقم (رشوت) لے کر خفیہ معاہدہ کر لیا تھا۔

لیکن ابھی عبید اللہ بن عباس نے آٹھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ ہوتے ہوئے ساز باز نہیں کی تھی۔ اب ہمیں دوسری طرف بھی دیکھنا ہے کہ کس طرح کا غلط پروپیگنڈہ کیا گیا تھا کہ لشکریوں میں تفرقہ پھیل گیا۔ منافقین و حاسدین نے کس طرح سے امامؑ کے حالات کو بگاڑ دیا تھا کہ کچھ لوگ سستی و تھکن کا رونا رو رہے تھے اور کچھ نالہ و شیون میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ وہ ناہنجار و جاہل کمینے لوگ ہیں کہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے امام حسنؑ اور معاویہ میں فرق نہیں کر سکتے۔ لعنت ہے۔

چنانچہ ایسے نازک وقت میں وقتِ جنگ، ان دنیا پرست اور شیطانی چیلوں نے معاویہ کے پاس جا کر پناہ لے لی اور امام حسنؑ کو تن و تنہا میدان میں چھوڑ گئے۔ اب

ان حالات میں اگر امام حسنؑ جنگ کرتے تو آپ کی کتنی بُری حالت ہوتی۔ لہٰذا اب جنگ کا نقشہ ہی یکسر تبدیل ہو گیا۔ اور آپ شکست فاش سے بچ گئے۔

شکست کی حالت میں:۔

اس طرح اسلام کو شکست ہوتی تو زبردست نقصان ہوتا۔ ہم حضرت علیؑ کے جنگ کے حالات بھی دیکھ چکے تھے اور امام حسنؑ تو حضرت علیؑ کے برابر مشہور نہ تھے پھر بھی علیؑ کے ساتھ دھوکا ہوا۔ بالکل اسی طرح کا دھوکا امام حسنؑ کو ہوا اور اگر تاریخ یہ لکھتی کہ حسنؑ کو بھی شکست ہوئی اور اسلام کو بھی، تو یہ بات بہت تکلیف دہ ہوتی اور آنے والی نسلیں بھی معاف نہ کرتیں۔

اصحاب کی موت:۔

اب ایسا زمانہ معاویہ کا آ گیا کہ صاحبِ عزت لوگ اصحاب رسولؐ وغیرہ کی بے عزتی کی جانے لگی یا یہ لوگ گوشہ نشین ہو چکے تھے اور معاویہ کے ظلم و ستم کی یہ حد ہو گئی تھی کہ جسے بھی مشکوک دیکھا کہ علیؑ کا محبّ ہے یا سید و آلِ رسولؐ ہے یا حق بات کہتا ہے فوراً اسے قتل کر دیتا تھا۔ امام حسنؑ کے جتنے بھی ساتھی تھے سب فوق العادت والے تھے۔ لیکن فوجیوں سے معاویہ نے ساز باز کر کے بغاوت پر آمادہ کر دیا کیونکہ ان کو زبر دست رقم دی گئی تھی۔

حالات دگرگوں ہو گئے تھے۔ اب اگر امام جنگ کرتے تو گرفتار ہو جاتے اور قتل کر دیئے جاتے اس طرح بنی ہاشم کی ذلت ہوتی۔ اس طرح امام حسنؑ کے افکار و سوجھ بوجھ بہت ہی بہتر تھی اور ان وجوہات کی بناء پر امام حسنؑ نے صلح کو پسند فرمایا۔

معاویہ اتنا خطرناک و بھیانک انسان (شیطان) تھا کہ عوام الناس اسے صحیح طور پر پہچان نہ سکے۔ لیکن امام تو معاویہ کی رگ رگ سے واقف تھے۔ امام کی صلح ہی بہتر رہی

ورنہ لشکری منافق ہی امام کو قتل کر دیتے۔

شیعوں پر ظلم و ستم:۔

اگر امام شکست کھا جاتے تو شیعوں کی شامت ہی آ جاتی۔ معاویہ چن چن کر ایک ایک کو قتل کرا دیتا۔ اب چونکہ امام کی صلح ہو گئی تو اس سے یہ فائدہ ہو گیا کہ شیعوں کو مکمل تحفظ مل گیا اور معاویہ کو مکمل بادشاہت مل گئی جیسا کہ وہ چاہتا تھا اور معاویہ نے حضرت عثمان کے زمانے میں ہی دیکھ لیا تھا کہ صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوذر غفاری کو کسمپرسی کے عالم میں ضعیفی میں زنداں بھیجا گیا تھا اور یہ واقعہ تو حضرت علیؑ کی موجودگی ہی میں پیش آیا تھا جبکہ احترام باقی تھا اور ابھی رسولؐ کا فرمان بھی لوگوں کو یاد تھا کہ:

ان هٰذا و شيعة هم الفائزون قطعا

علیؑ اور ان کے شیعہ کامیاب و نجات یافتہ ہیں۔ ان کو بخش دیا گیا ہے، رب راضی ہے اور حضرت علیؑ کی موجودگی میں ہی احترامِ صحابانِ رسولؐ کو ختم کر دیا گیا تھا اور حق و باطل کی جنگ تھی اور معاویہ جیسا باطل انسان فتح مند ہو گیا اس زمانے میں شیعوں کو کافر قرار دے دیا گیا تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

غریب عوامؑ کا نقصان:۔

بلا کسی جرم و تقصیر کے معاویہ کی مرضی سے لوگوں کو قتل کیا جا رہا تھا ہر جگہ دونوں گروہوں میں جنگ جاری تھی اور لوگوں کو حق و باطل کی تمیز نہ تھی غریب و بے سہارا لوگ مال و دولت اسلحہ کچھ بھی نہیں رکھتے تھے۔

لادینیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ امام حسنؑ کو پیغمبرؐ کا بیٹا ہوتے ہوئے اچھا نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ امام حسنؑ کی جگہ معاویہ حکومت کرے اور اصلی اسلام ان ہی باتوں کو مانتے تھے۔ یہی وجہ تھی ہزاروں مستضعفین (غریب عوام) مارے گئے، برباد

ہو گئے ایک گروہ الحمراء خوارج کا بھی تھا جو آمنے سامنے لڑنا پسند نہیں کرتے تھے اسی وجہ سے امام حسنؑ نے بار بار معاویہ کو آگاہ کیا تھا کہ اس طرح جو تم قتل عام کرا رہے ہو اور جنگیں لڑ کر عوام الناس کو قتل کرا رہے ہو تو قیامت کے روز ستر اسی ہزار انسان تم سے سوال کریں گے کہ ہم کو کس گناہ میں قتل کیا گیا تھا۔

اسلام فنا ہو جاتا:۔

اگر معاویہ فتح یاب ہو جاتا تو اسلام کی جڑ اور بنیاد کو کھود ڈالتا کیونکہ اس نے اسلام کو کراہت کے ساتھ بہ مجبوری قبول کیا تھا۔ اب کیا اسے جنگ بدر و احد و حنین یاد نہیں رہی مگر یہ تو بنی ہاشم کی فتح مندیوں سے جل رہا تھا، حسد کرتا تھا اس میں انتقام کی آگ دل میں بھڑکی ہوئی تھی کہ اپنے ساتھیوں کا (کافر و مشرکین کے قتل کا بدلہ لے)۔

چنانچہ اب یہ شیطان بن گیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اسکے بیٹے یزید بن معاویہ نے کربلا کی جنگ میں امام حسینؑ کو شہید کرا کر کتنا برا بدلہ لیا اور یزید یہ شعر بھی پڑھتا جاتا تھا۔ اے کاش آج میرے اجداد جو جنگِ بدر، احد، حنین میں مارے گئے موجود ہوتے تو کس قدر خوش ہوتے اور کہتے کہ اے یزید شاباش تو نے ہمارا کتنا اچھا بدلہ لیا۔ تیرے بازو کبھی شل نہ ہوں۔

امام کی پوری پوری کوشش یہی رہی کہ ہر طرح سے اسلام زندہ بچ جائے کیونکہ رسولؐ خدا کا مقصد یہی تھا خواہ جنگ کی صورت میں ہو یا صلح کی صورت میں ہو۔

❁❁❁

باب ﴿۱۴﴾......

چوتھا راستہ

اب چوتھی شرط تھی کہ امام حکومت دے کر علیحدگی اختیار کرلیں تاکہ معاویہ سے عہد و پیمان (معاہدہ) کرلیں اور پابند بنادیں کہ معاویہ شیعوں کو قطعاً نقصان نہیں پہنچا سکے۔
اب دو باتوں کا خاص ذکر کرنا ہے جو لازمی تھیں۔

۱۔ معاویہ مکمل طور پر اسلامی طریقوں (قرآن و سنت) پر عمل کرے اور حکم جاری کردے تاکہ اسلامی مقصد پورا ہوجائے۔ یا

۲۔ معاویہ ذمہ دار بنے کہ امت میں جو خلفشار پھیلایا ہے اسے ختم کرے تاکہ لوگ بیدار ہوں کہ کاتب وحی اور خال المومنین معاویہ کس قسم کا انسان ہے اس لئے امام نے تمام نفاق و مکاری کے راستے بند کردیئے اور اتنا پابند کردیا کہ عوام الناس کو اس کی اصلیت اور لادینیت کا پتہ لگ سکے اور عوام بھی یہ بات پسند کرتے ہیں کہ حق و باطل کا پتہ چل سکے۔

معاویہ کو اگر کھلی چھٹی مل جاتی تو دین اسلام کو ختم کرکے کفر و شرک شروع کرادیتا جیسا کہ اس کے بیٹے یزید کے حالات کو آپ دیکھ لیں کہ امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں کس قدر مظالم کئے پھر خوش ہوکر شعر پڑھتا تھا۔

بعث هاشم بالملك فلا۔ خبر جاء ولا وحی نزل

گویا بنی ہاشم نے ایک ڈھونگ دین اسلام کا رچایا تھا نہ ان پر آسمان سے وحی آتی تھی نہ کوئی فرشتہ آتا تھا۔

صلح سے پہلے امام حسنؑ کا اتمام حجت:۔

لہٰذا امام حسنؑ نے اتمامِ حجت کیلئے جو بھی کام لازم تھے سب کو انجام دیا اور باقاعدہ ایک صلح نامے کی دستاویز تیار کرائی گئی جس میں صلح نامے کی جملہ شرائط لکھی گئیں اور عوام الناس کو امام نے آگاہ کیا کہ کل کو یہ نہ کہہ دیں کہ ہمیں اندھیرے میں رکھا گیا۔

جنگ کی تیاری:

امام نے تو معاویہ سے جنگ کرنے کی پوری تیاری کرلی تھی۔ یہ نامہ ہائے صلح وغیرہ تو بعد میں طے ہوئی ہیں۔ امام نے آخر وقت تک چاہا کہ کسی نہ کسی طرح سے معاویہ راہ راست پر آجائے لیکن امام کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ (کتے کی دم بارہ برس بھی نلکی میں رہتی ہے پھر بھی سیدھی نہیں ہوتی) لیکن سب سے آخر میں معاویہ نے امام حسنؑ کو مکتوب بھیجا اس میں لکھا تھا کہ اب آخری فیصلہ جنگ ہے۔

یہ خط آتے ہی امام نے اپنے لشکریوں کو جمع کرکے سب کو آگاہ کیا پھر آمادۂ جہاد ہوگئے۔ امام نے سلاحِ جنگ پہنے زرہ پہنی، اب امام نے نظر غائر سے دیکھا کہ لشکریوں میں جنگ والا جوش و خروش نہیں ہے سست ہیں اب امام کی صرف بارہ ہزار فوج معاویہ کی ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے میں تھی۔

اب اچانک ایک تازہ خبر یہ آئی کہ امام کی آٹھ ہزار فوج نے ہتھیار ڈال دیئے اور معاویہ سے جا کر مل گئے ہیں۔ لہٰذا امام نے اور فوجی تلاش کئے اور چار ہزار فوج اور آ گئی لیکن بے حس فوجی نڈھال جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا ہو اور ان میں معاویہ کی چال پوشیدہ تھی اور ظاہر ہے اس غفلت و لاپرواہی کا سبب وہی تھا کہ معاویہ نے ساز باز کر

کے بھاری رقم دے دی تھی اور لالچ بھی دیا تھا۔

اب امام کیا کریں ان کے پاس مالک بن اشتر اور محمد بن ابی بکر جیسا وفادار و بہادر کوئی بھی نہ تھا۔ امام مجبور ہوگئے۔

مسلمان جنگ نہیں چاہتے تھے:۔

اب معاویہ کو ایک اچھا موقع مل گیا اس نے امام کو خط لکھا کہ آپ صلح کرلیں اور دیکھیں اب آپ کا کوئی بھی مددگار نہ رہا اور اس خط کے بھیجنے کا مقصد تھا کہ بھرے لشکر کے سامنے امام کی ذلت ہو (معاذ اللہ)۔ اب کیا تھا ایک شور ہوا کہ اگر کوئی مرد میدان ہے تو جنگ کیلئے آئے۔ تمام لشکریوں کو امام حسنؑ کی فوج کی بغاوت کی اطلاع ہوچکی تھی، لوگ دنگ رہ گئے یکسر فوج کا تختہ الٹ گیا کافروں کی اتنی ہمت کیسے ہوگئی کہ مقابل کو للکار رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں یہ کیا ماجرا ہوا۔ اب موقع ہاتھ سے جاتا رہا تھا حالات دگرگوں تھے لہٰذا امام نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا۔ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

''معاویہ کے لوگوں نے کچھ تجویزات پیش کی ہیں جن کو ہم قبول کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن ان پر غور کرنا ہے۔ اب ہم کو کیا کرنا ہے سنو اور غور سے سنو۔ اے فوجیو اگر تم اللہ کی راہ میں لڑنا چاہتے ہو تو ہم میدانِ جنگ میں شمشیر سے اس کا جواب دینگے ورنہ اگر تم تیار نہیں ہو کہ جنگ کی جائے تو پھر ہم صلح کو پسند کرلینگے۔ پھر کیا تھا۔

تمام فوجیوں نے شور مچا کر کہا کہ نہیں نہیں۔ ہم معاویہ کے مقابل جنگ کرنا نہیں چاہتے ہم صلح چاہتے ہیں۔

فوج کو قابو کرنا:۔

امام نے اپنے تمام فوجیوں کو اعتماد میں لیا تاکہ کل کے روز کوئی اعتراض نہ کرسکے۔

اب دشمن پر ایک نظر ڈالی تو ان کے تیور خطرناک نظر آئے تو امام سمجھ گئے کہ معاویہ نے رشوت کا کھیل کھیلا ہے اور امام تو معاویہ کے دل کا راز جانتے تھے۔ معاویہ چونکہ بیس سال تک ملک شام کا حکمران (گورنر) رہا اس نے یہاں لادینیت پھیلائی اور لوگوں کے ذہن مسخ کردیئے اور اپنی تعریفوں کے پل باندھ دیئے اب ہر طرف اس کا ہی حکم چلتا ہے نہ خدا کی پرواہ ہے نہ رسولِ خدا کا خوف ہے۔

معاویہ نے عوام الناس میں خلفشار پیدا کردیا تھا کہ لوگ امام کے خلاف ہوجائیں اور اس طرح معاویہ کامیاب ہوگیا۔

سچے دوستوں کی موت:۔

اب امام مجبور ہیں ان کے وفادار و جاں نثار لوگ کافی مرچکے ہیں کافی برباد ہوچکے ہیں کافی جیلوں میں ہیں اور معاویہ کے عتاب میں ہیں۔ اب امام کے ساتھی (فوجی) باغی قسم کے ہیں جو معاویہ سے ساز باز کرکے رشوت کے طور پر بھاری رقم لے چکے ہیں۔ منافق ہی منافق ہیں اور امام کے فوجی عیش پرست عشق و عاشقی کرنے والے آرام طلب لوگ ہیں۔ یہ پیسے کے لالچ میں بالکل اندھے ہوچکے ہیں اور چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ امام کو گرفتار کرکے معاویہ کو دے دیں یا کچھ لوگ فوجی امام کو برا بھلا کہتے ہیں کچھ فوجی باغی ہوکر آیۂ یاس پڑھتے ہیں۔

اب امام کے سچے وفادار ساتھی کم سے کم رہ گئے ہیں جو محبت امام میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اب صرف دوغلے لوگ (دومونہا) پیٹ پیچھے برائی کرنے والے لوگ موجود ہیں اور امام کا دل دکھا رہے ہیں اور ایسے افراد ہیں کہ جو امام حسنؑ کے سامنے آپ کی محبت کا دم بھرنے لگتے ہیں لیکن دل سے معاویہ کے ساتھی ہیں۔

امام نے مسجد میں تقریر فرمائی تو کسی نے جواب نہ دیا صرف ایک شخص اُٹھا اس نے فوجیوں کو برا بھلا کہا۔

فوجیوں کی ہر طرف سے آواز آئی کہ ہم جنگ لڑنا نہیں چاہتے۔ ہم امن و امان چاہتے ہیں چنانچہ عدی بن حاتم نے لوگوں کو جوش دلایا اور پوچھا کہ امام کو تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے ہو۔ کیا تم کو خوفِ خدا نہیں ہے۔ اللہ کا خیال کرو۔ اب امام نے اندازہ لگالیا۔

فوجیوں کی بے وفائی بھی نظر میں تھی۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم سب جان بوجھ کر معاویہ کی مکارانہ چالوں کو پسند کرتے ہو۔ اب حالات کتنے دگرگوں ہو چکے ہیں۔

امام نے حالاتِ حاضرہ پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ اسلام کی کشتی ڈوب رہی ہے اور قریب ہے کہ جو درختِ اسلام خونِ شہیداں سے پرورش پا کر جوان ہوا ہے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا جائے اور اسلام کے نام پر فاتحہ پڑھ دی جائے گی۔

اسلام پر جب تک علیؑ و فاطمہؑ و محمدؐ زندہ رہے آنچ نہیں آنے دی اور امام پر دین محمدیؐ کی حفاظت لازم تھی چاہے اپنی جان دینی پڑے یا اپنے بیٹوں کو قربان کرنا پڑے۔ اب امام چاہتے تھے کہ کوئی ایسا بہتر عمل کیا جائے جس سے اجداد کی تعریف ہو۔

ہمارا مقصد عظیم ہے:۔

اب امام نے تہیہ کرلیا کہ ہمارا مقصد عظیم ہے اور اسے پورا کرنا ہے اگرچہ اب امام کے وفادار اور جان نثاران صرف چند لوگ ہیں۔ امام حسینؑ بھائی ہیں۔

اسلام پر آنچ آئے یہ بھی آپ کو گوارا نہیں اور جذبۂ وجوش جہاد اس درجہ زیادہ ہے کہ اپنی جان جانے کی بھی پرواہ نہیں ہے۔

امام کی زندگی میں کوئی ڈر اور خوف موت کا نہیں ہے چاہے فتح ہو چاہے شہادت ہو دونوں باتیں آپ کو پسند ہیں۔

آپ کے والد حضرت علیؑ کو دیکھیئے صفِ اول کے بہادر ہیں، جنگ جمل میں پرچم کشائی کس جوش اور جذبے سے کی تھی۔ ظاہر ہے۔

گزری ہوئی یادیں:۔

اب امام کی زندگی میں ماضی کا دور آتا ہے۔ آپ یاد فرماتے ہیں کہ ایک وہ وقت بھی تھا جب نانا رسولؐ خدا، اماں بی بی فاطمہؑ اور بابا علیؑ موجود تھے۔ ہماری کتنی بڑی طاقت تھی اور دین اسلام کتنی اچھی طرح سے پھل پھول رہا تھا۔

پیغمبرِ اسلام کی یاد:

اب نانا کی یاد تڑپاتی ہے کہ میرے نانا کا زمانہ کیسا سنہری زمانہ تھا مجھے گودوں میں اٹھاتے تھے پیار کرتے تھے اور تمام زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزار دیئے اور جان و مال کی قطعی پرواہ نہیں کی۔ ہمیشہ اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالا جنگوں میں کس قدر زخم آپ کو لگتے تھے اپنی پیشانی پر پتھر کھائے اور لب نہ کھولا نہ شکایت کی، غربت اور بے کسی کی حالت ہوگئی۔ ساری دولت جدّہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی ختم ہوگئی لیکن دین اسلام کی ترقی کیلئے اپنی پوری زندگی لگادی اور کشتی امت اور کشتی دین کو پار لگایا۔ پھر حضرت علیؑ سے سفارش کی کہ تم بھی میری ہی طرح دین کی حفاظت کرنا اور دنیا سے خوش دلی کے ساتھ مطمئن رخصت ہوگئے۔

مادرِ گرامی کی یاد:۔

اب امام حسنؑ کو اپنی والدۂ ماجدہ بی بی پاک حضرت فاطمۃ الزہرہ کا زمانہ یاد آیا کہ کس طرح صبح کی نماز ادا کر کے تعقیبات ادا کرتی تھیں۔ سجدے کر کے دعا مانگتی تھیں

پھر میں نے بچپن میں اپنی والدۂ گرامی سے پوچھا تھا کہ آپ دوسروں کیلئے دعا کیوں مانگتی ہیں تو جواب فرمایا تھا کہ سب عوام الناس کیلئے دعا مانگنی چاہیئے اور حق کی سر بلندی کیلئے کتنی کوششیں کی تھیں۔ پھر باپ کے ترکے فدک سے بھی محروم کردی گئیں پھر آپ کے بازو پر دروازہ گرایا گیا (جناب محسنؑ کو نورِ مادر میں شہید کیا گیا) اور طرح طرح کے طعنے سنے اپنی برائیاں سنیں مگر شکایت نہ کی اور مقصد یہی رہا کہ اسلام زندہ رہے اور صحیح راستے کے علماء و فضلاء کو اللہ تعالیٰ خیریت سے رکھے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے سب کام کئے۔

پدرِ گرامی کی یاد:۔

مولا علیؑ نے پچیس۲۵ سال تک صبر کیا اور اپنے حق کو لٹتے ہوئے دیکھتے رہے جیسے گلے میں ہڈی اٹکی ہوئی ہو یا آنکھ میں کانٹا لگ گیا ہو پھر بھی صبر کیا حالانکہ ان کا وہ رعب و دبدبہ تھا کہ دشمن کا نام ونشان مٹا دیتے تھے مگر حکم رسولؐ کے مطابق صبر کیا گلے میں رسی باندھی گئی فدک چھینا گیا جناب محسنؑ کو شہید کیا گیا مگر صبر کیا۔

حضرت علیؑ کا یہ مطمع نظر تھا کہ ہر صورت میں حکومت اسلامی قائم ہو دین اسلام مستحکم ہو اور عوام الناس سکھ کا سانس لیں لیکن برا ہو معاویہ بن ابوسفیان کا (لعنت ہو) کہ اس نے یارانِ امام کو امام سے دور کردیا کچھ کو قتل کردیا کچھ کو قید میں ڈال دیا کچھ تقیہ میں بگڑ گئے۔

ہاں اگر مالکِ اشتر اور محمد بن ابوبکر زندہ ہوتے تو معاویہ کی اتنی جرأت نہ ہوتی۔ کافی اصحابِ علیؑ تو جنگ میں کام آچکے تھے جیسے حضرت عمار یاسر، ثابت انصاری، خزیمہ انصاری، ابوالہیثم بن تیہان، ہاشم المرقال، ایک طرف ہم جناب ابوذر اور سلمان فارسی کو دیکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر بلند مقام دین اسلام میں حاصل

کیا ہے اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیائے فانی کے لئے جو چند روزہ ہے معاویہ نے کس قدر قتل و غارت گری کی ہے۔ (الامان والحفیظ)۔ اب امام ہیں اور آپ کے چند اصحاب باوفا ہیں جو اسلام دین کی خدمت کیلئے دن رات کوشاں ہیں اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اگر دس افراد صابر ہونگے تو ایک سو افراد پر غالب ہونگے لیکن زبردست رشوت نے بیڑا غرق کردیا ہے۔ دل سے معاویہ کے ساتھ ہیں اور بہ ظاہر امام کے پاس کھڑے ہوئے ہیں لیکن امام سے دکھاوٹی محبت کررہے ہیں۔

شیطانی جال:۔

اب معاویہ نے اس قسم کے شیطانی جال بچھا رکھے ہیں کہ جن سے اسلام کی خیر و صلاح جاتی رہے امت کی پریشانی میں اضافہ ہو چکا ہے حکومت کی توجہ مال کھسوٹنے کی طرف ہے۔ اصلاح امت سے کوئی واسطہ نہیں ہے لوگوں کو احمق بنایا جارہا تھا جس سے اسلام کمزور ہورہا تھا اور امام کی ذمے داریوں میں اضافہ ہورہا تھا اور دن رات یہ کوشش کی جارہی تھی کہ معاویہ کو امام سے افضل بنادیا جائے اور جب عوام کو حد درجہ فریب دیا جائے گا تو عوام کا معیار گر جائے گا۔ یہ ہے معاویہ کی کارکردگی۔

نئی نئی سازشیں:۔

اب لوگ دین اور زُہد کا مطلب غلط طور پر استعمال کریں گے اور گمان کریں گے کہ دنیا و آخرت ایک طرح سے حاصل نہیں ہوتے۔ معاویہ کے مزاج میں شیطانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ بہ ظاہر اپنے کو خدا کا نیک بندہ بتاتا ہے اور امام حسنؑ کو دنیا پرست ظاہر کرتا ہے اور اگر معاویہ کا یہ کہنا درست ہے کہ میں حکومت پرست نہیں ہوں تو حکومت کو چھوڑ کر بتائے اور کبھی کبھی جھوٹا پروپیگنڈہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ امام حسنؑ نے بہ رضا و رغبت مجھے حکومت دے دی ہے یہ سنتے ہی فوجیوں میں آگ بھڑک اٹھی لوگوں

نے صلح ہونے سے پہلے ہی خنجر مار کر امام پر حملہ کر دیا۔ امام زخمی ہو گئے اور فوجیوں کے دوسرے دستے نے امام کے خیمے کو اکھاڑ پھینکا اور سارا مال لوٹ کر لے گئے اور یہ کہا جانے لگا کہ امام کہتے ہیں کہ بلا سے فوج مر کٹ جائے مگر مجھے حکومت ملے اور امام کا درجہ بھی قائم رہے۔

کس نے صلح کے لئے تیاری شروع کی تھی:۔

پھر معاویہ نے فوجیوں میں یہ اعلان بھی کر دیا کہ میں قتل و غارت گری نہیں چاہتا ہوں۔ صلح کرنا چاہتا ہوں اور مولوی کٹھ ملاؤں نیز چاپلوسی پروپیگنڈہ پارٹی سے کہہ دیا کہ یہ بات سب کو پہنچا دیں اور اپنے حالی موالی کو بخشش نامے بھیج دیئے اور یہ نصیحت بھی کر دی گئی کہ ہمارا یہ اعلان و پیغام ہر کس و ناکس کو پہنچا دیں اور معاویہ نے منبر سے کئی بار اعلان کیا کہ ہم امن پسند ہیں اور خونریزی امام کی طرف سے ہے۔ اب یہ بات عوام کے دل میں بیٹھ گئی کہ جب ایک معاملہ صلح سے حل ہو رہا ہے تو قتل و غارت گری کو امام کیوں پسند کر رہے ہیں اور امام (معاذ اللہ) فتنہ پھیلا رہے ہیں۔

معاویہ نے ایک سادے کاغذ پر مہر لگا کر امام کے پاس بھیج دیا کہ صلح کی شرائط آپ اس پر لکھ دیں۔ یہ دیکھیئے کس قدر چالاکی کی بات ہے معاویہ عوام فریبی چاہتا تھا اور کسی میں اتنی ہمت نہ تھی جو کہتے کہ دو فرمانرواؤں یا بادشاہوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ تابع اور متبوع کا ہے۔

امام کو تو کئی قسم کی دشواریاں درپیش آگئیں اور چاروں طرف عوام شیطانی چالوں میں پھنس گئے۔ امام جو بات بھی فوجیوں یا عوام کو سمجھانا چاہ رہے تھے کسی نے ایک نہ سنی وہ کہنا چاہ رہے تھے کہ معاویہ شتر بے مہار ہے یہ کسی بھی معاہدے کا پابند نہیں ہے۔

امام حسنؑ کے فوجیوں کو خرید لیا گیا:۔

معاویہ دو کاموں میں بہت ماہر تھا:

۱۔ امام کے فوجیوں اور ساتھیوں کو ساز باز کر کے خرید لیتا تھا۔

۲۔ اعتراض کرنے والوں کے منہ زبردست رشوت دے کر بند کر دیتا تھا۔

اس طرح معاویہ سے جتنا بھی ہو سکا ہزاروں حیلے و بہانوں سے امام کے ساتھیوں کو توڑ کر دشمن بنا دیتا تھا، اس کی ایک کھلم کھلا مثال یہ ہے کہ قیس بن سعد کو بڑی بھاری رقم معاویہ نے بھیجی کہ آپ فوجیوں کو لے کر ہمارے پاس آجائیں مگر انہوں نے امانت میں خیانت گوارا نہیں کی۔ پھر مجبوراً معاویہ نے یہی رقم عبیداللہ بن عباس کو بھیجی۔ انہوں نے رقم فوراً لے لی اور آٹھ ہزار فوجیوں کو لے کر معاویہ کی سمت چلے گئے (ٹوٹ گئے) اور بھی کئی فوجیوں کے دستوں کے سرداروں سے رابطہ کیا اور کہا کہ یہ رقم معاوضہ (رشوت) لے لو اور یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جنگ کے موقعے پر ہماری طرف آجانا اور جان بوجھ کر کچھ جاسوسوں اور عوام الناس کو جن پر معاویہ کو ذرا سا بھی شک ہو جاتا تھا تو فوراً قتل کر دیا جاتا تھا تا کہ لوگوں پر خوف و ہراس رہے غرض جس جس طرح سے بھی بن پڑا امام حسنؑ کی مخالفت کرتا رہا لوگوں کو بھاری رقم دے کر خریدتا رہا۔ اس میں چند بزرگ حضرات معاویہ کے حاشیہ نشین (چاپلوس) بھی تھے جو رات دن معاویہ کی مدح کر کے بھاری رقم لیتے تھے اور حیلے بہانے کر کے لوگوں کو یہ بھی لالچ دیتا تھا کہ تم ہماری مدد کرو تا کہ ہم کو حکومت مل جائے (باقی رہے) پھر ہم تم کو اپنی بیٹیاں بیاہ کر تم کو داماد بنالینگے۔

منافق فوجیوں کی بددلی:۔

اب کیا تھا رنج و غم کی کوئی انتہا نہ رہی سازشوں کا ڈھیر لگ گیا لوگ جنگ سے جی چرانے لگے اور سوچنے لگے کہ جنگ کے میدان میں جائیں یا نہ جائیں کہاں بہادر جانباز سپاہی اور کہاں بزدل ڈرپوک سپاہی زمین و آسمان کا فرق ہے یہ خائن و بے وفا

لوگ دوسروں کو بھی کمزور کرتے ہیں۔ امام یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ اپنے محبان اور جان نثاروں کو معاویہ کے سپرد کر دیں تا کہ وہ بھرپور انتقام لے سکے اور ایسی حالت میں دشمن چھوٹے بڑوں پر رحم نہیں کیا کرتا۔ اب دوراہے پر زندگی کھڑی تھی یا تو موت گوارا کر دیا پھر ذلت کی زندگی گزارو۔ البتہ لوگوں نے شور مچا کر کہا تھا کہ ہم جنگ نہیں چاہتے زندگی چاہتے ہیں یہ بھی ضعیفانہ زندگی ہے جو انسان نے خود قبول کی ہے۔ اب امام نے خیال کیا کہ ہم بھی زندگی کے دوراہے پر کھڑے ہیں (۱) راہِ جنگ (۲) راہِ صلح۔

جنگ کا راستہ:۔

اگر صلح نہیں کرتے ہیں تو جنگ کرنا تو لازمی ہو جائے گی اور جنگ بھی اتنی کمزور کہ ایک طرف ستر ہزار اور دوسری طرف صرف چار ہزار مردِ قوی کا مقابلہ ہے۔ زبردست فوج ہے اگر امام جنگ کرتے ہیں تو حالت کمزور ہے فوج شکست کھائے گی۔ امام قید ہوں گے سپاہی قتل کر دیئے جائیں گے۔ اس طرح اب تو معاویہ کے ساتھ جنگ کرنا ناممکن ہو گیا تھا اس جنگ میں گویا اسلام کی شکست ہو جاتی اور مستقبل تاریک ہو جاتا اور معاویہ عوام الناس کو بہکا کر شیطان کی طرف لے جاتا اور مسلمانوں اور اسلام کو زبردست شکستِ فاش ہوتی اور لوگ امام پر اتہام لگاتے چہ میگوئیاں کرتے اس لئے کہ معاویہ نے صلح کا پروپیگنڈہ زبردست طریقے پر کر دیا تھا۔ اب ان حالات میں شکست لازمی ہوتی اور لوگوں کو یہی افسوس رہتا کہ امام نے صلح کیوں قبول نہیں کی اور اسلام و مسلمان دونوں مصیبت میں پڑ گئے۔

صلح کا راستہ:

اگر امام صلح کر لیتے تو بھی نقصان اسلام اور قوم کا ہی تھا حالانکہ لوگوں کی باتیں اور طعنے بہت سننے پڑتے اور وہ لوگ السلام علیک یا مذل المومنین کہہ کر بے ادبی کرتے

پھر تحمل کرنا ہوتا۔

امام کو یہ بھی پتہ تھا کہ اس صلح میں محرومیت شامل ہے، نامرادی ہے لیکن اسلام کی بقاء ہے اللہ اکبر باقی رہے گا اور لوگ امن و سکون سے زندگی گزار سکیں گے۔

امام نے دیکھا کہ اگر صلح کی جاتی ہے تو تخت و تاج کو ٹھکرانا پڑے گا لیکن اسلام باقی رہے گا لوگ بیدار ہو جائینگے۔ اب بہترین راستہ یہی تھا کہ انسانوں کی مرضی پر بات چھوڑ دیں تا کہ لوگ حرکت میں آئیں کیونکہ اس دگرگونی حالت میں لوگ رنجیدہ و غمگین ہیں۔ اب امام نے اپنی بہترین ترکیب کے ذریعے کاتبِ وحی اور خال المومنین کی شکست ہونا سوچا اس طرح لوگوں کو معاویہ کا اصلی چہرہ نظر آگیا کیونکہ جو لوگ ساز باز کر کے رشوت لے چکے تھے وہ تو اچھا ہی کہتے رہے اور یہ بات آگے جا کر مفید ثابت ہوئی۔

❀❀❀

باب……۱۵

نتیجے میں

آخر کار امام نے سوچ سمجھ کر معاویہ سے صلح طے کرلی۔ یوں تو لوگ بیوقوف نہیں ہوتے معاویہ کی بری حرکتوں سے سب ہی واقف تھے۔ امام جو ہر اچھی بری بات سے واقف ہوتے ہیں ان کی دنیا والے غیبت کرتے ہیں تہمت لگاتے ہیں اور اگر چہ امام اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دین اسلام کو بچاتے ہیں پھر بھی لوگ امام کی قدر نہیں کرتے۔ اب امام نے صلح کرنے کا پکا ارادہ کرلیا۔ امام کو اپنی ذمے داریوں کا کس قدر احساس ہوتا ہے ہر وقت لوگوں پر احسان کرتے ہیں اپنی تکلیف گوارا ہے لیکن اسلام پر آنچ آئے یہ گوارا نہیں ہے۔ مجبوراً شکست ومحرومیت ظاہری کو قبول کرلیا لیکن اسلام بچالیا اور مومنین وشیعیانِ حیدرِ کرار کو کوئی نقصان نہیں ہونے دیا۔

امام نے صلح کرلی اور لوگوں کی جانوں کو محفوظ کرلیا اور کربلا کیلئے انقلاب پیدا کردیا اور معاویہ کی گرفت سے لوگ آزاد ہوگئے۔

شرعاً صلح ضروری ہوگئی تھی:-

امام نے صلح اس لئے کی کہ لوگوں کی جان ہر طرح سے بچ جائے۔ حسنؑ بن علیؑ وہ ذات ہیں کہ سلطنت کا لالچ نہیں رکھتے بلکہ ٹھوکر پر تختِ حکومت کو ماردیا اور کسی بھی قیمت پر یہ بات پسند نہیں کی کہ قوم میں فتنہ ابھرے لوگوں کو پریشانی ہو یا لوگ خدا کی یاد

سے غافل ہوں امام کو چونکہ اللہ کے دربار میں جواب دینا ہوتا ہے اس لئے امام نے صلح کو ترجیح دی کہ اسلام باقی رہے اور خطرات ٹل جائیں۔ اگرچہ لوگ امام سے زیادہ عاقل نہیں ہوتے پھر بھی امام ان کی کمزوری کو نظر انداز کردیتے ہیں اور بہتری کیلئے دوسرا کوئی حل تلاش کرتے ہیں۔

جواب دہی لازمی تھی:-

امام یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ میری بلا سے کچھ بھی ہو مجھے پرواہ نہیں ہے لوگوں کو مرنے دو۔ امام اگر چاہتے تو صلح نہ کرتے تا کہ نقصان فریق دیگر کا ہوئے اور امام یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ تم ہمارے ساتھی نہیں ہو تو ہم استعفیٰ دے رہے ہیں لیکن ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ آپ جنابِ رسولؐ خدا کے بیٹے ہیں (کہہ سکتے تھے کہ مجھے تم سے کیا غرض جنگ کرو یا صلح کوئی بھی حالت ہو تم اپنے کیئے کے مالک ہو)۔ مگر امام نے ایسا نہیں کیا بلکہ بردباری سے کام لیا اور لوگوں کی غلطی کو بنیاد بنا کر انتقام نہیں لیا اور انسانوں کی بھلائی کے لئے ہر کام انجام دیا۔

اب صلح کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

عزّت کا باقی رہنا:-

حضرت علیؑ یا شیعوں کو برا نہیں کہا جائے گا۔ ایک دوسرے کی عزت کرینگے، تذلیل کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ دین کی پاسداری کا خیال رکھا جائیگا۔ معاویہ کو آج سے امیر المومنین نہیں کہا جائے گا۔ یہ لقب ختم ہوگیا اور مسلمانوں کے حق میں اچھے اچھے کام کئے جائینگے۔

معاویہ اس بات کو اچھا سمجھتا تھا کہ میں چاہوں تو اس معاہدے پر عمل کروں اور نہ چاہوں تو نہ کروں اور حیلہ گری وفتنہ انگیزی ختم کی جائے۔ قرآن اور سنت پر عمل کیا

جائے۔ شیخین کے اصولوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ معاویہ کو تعلیمات اسلامی پر عمل کرنا ہوگا یہی مقصد امام کا تھا۔

صلح کا مکمّل ہونا:-

امام نے صلح کے تمام پہلو جان لئے تھے اور یہ صلح صرف اپنی جان بخشی کیلئے نہیں کی تھی بلکہ اس میں راز پوشیدہ تھے۔ قوم میں خلفشار بڑھ گیا تھا کوئی ایک دوسرے کا ذمہ دار نہ تھا اگر تھوڑی بھی امید فتح کی ہوتی تو امام ہرگز صلح نہ فرماتے۔

مُلکی حالات:-

مُلکی حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ ایک عاصی اور طغیان گر کو کوئی موقع ملے یا شہادت کی سعادت نصیب ہو صلح امام ناچاری کے سبب تھی۔ امام کی فوج انتہائی ناکارہ سست اور راشی تھی کہ (الامان والحفیظ) لوگ جنگ کرکے بدحال تھے بے وفا تھے سست تھے ان کے وجود امام کے پاس تھے لیکن دل معاویہ کے حکم پر چلنے والے تھے۔

صلح کی شرائط امام نے وہ رکھیں جو اسلام کی بنیاد تھی اور مسلمانوں کا خون رائیگاں نہ جائے اور معاویہ کو مکارانہ طور پر یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ، واحسناہ، واحسناہ۔ ہائے حسنؑ کی کیا حالت ہوگئی افسوس جیسے کہ عثمان کے بارے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس قتل میں معاویہ خود شریک تھا اور پھر اپنی شاطرانہ چال سے ان کا خون بھرا لباس منبر پر لاکر لوگوں کو دکھایا چنانچہ صلح اس بات پر قرار پائی کہ اسلام کو نقصان نہ ہو کیونکہ معاویہ اتنا زبردست قاتل تھا کہ اس کی کسی بھی بات کا بھروسہ نہ تھا۔

❁❁❁

باب……۱۶

کب صلح کی

صلح کرنا ایک شرعی ذمے داری تھی اور اگر اس میں کمی رہ جاتی تو لوگوں کو بدگوئی کا موقع مل جاتا اور یہ صلح آسانی سے واقع نہیں ہوئی۔ یہ تو وقتی صلح تھی شرائط یہ تھیں:

۱۔ پورے کا پورا لشکر معاویہ کے کنٹرول (قبضے) میں رہے گا۔
۲۔ تمام فوج اپنی اپنی جگہ واپس چلی جائیگی۔
۳۔ ہر حالت میں نجات اور امن قائم رہے گا۔
۴۔ قرآن وسنّت پر عمل ہوگا۔
۵۔ انتشار وخلفشاری ختم کردی جائیگی۔
۶۔ مسلمان جس پریشانی میں زندگی گزار رہے ہیں وہ پریشانیاں ختم کردی جائیں گی۔
۷۔ جنگ کا خطرہ صرف وقتی طور پر ٹل گیا ہے۔
۸۔ تبراء بازی بدگوئی ختم کردی جائیگی وغیرہ۔

یہ صلح نامہ پچیس۲۵ ربیع الاوّل سال ۴۱ ہجری کو جنگ کے چھ ماہ بعد لکھا گیا اور حکومت معاویہ کو مل گئی امام نے منافقین کی اکثریت معاویہ کو دے دی اور خود حکومت سے دست بردار ہوگئے۔

صلح نامے کا مضمون:-

معاویہ نے جو شرائط پیش کیں ان میں یہ بھی تھا کہ ہر قسم کا اختیار معاویہ بن ابو

سفیان کو ہوگا کہ ان شرائط پر عمل کرے یا نہ کرے لیکن امام نے شرائط صلح اس طرح لکھیں:

۱۔معاویہ پابند ہے کہ وہ قرآن اور سنت پر عمل کرے۔

۲۔معاویہ اپنی زندگی بھر حکومت کرے اس کے بعد حکومت کسی دوسرے کو منتقل کرنے کا اختیار معاویہ کو نہیں ہے۔(معاویہ کو حکومت چھوڑنی پڑے گی)۔

۳۔نماز کے بعد مسجدوں سے منبروں سے حضرت علیؑ کو برا کہا جاتا تھا (تبراء) یہ بند کر دیا جائے گا بلکہ برائی کے بدلے تعریف کی جائے۔

۴۔موجودہ بیت المال (سرکاری خزانہ) کوفے کا کہ جس میں پانچ ملین کی رقم ہے امام حسنؑ کے قبضے میں رہے گی تاکہ اسلامی اخراجات کرسکیں۔

۵۔شہدائے جمل وصفین کے وارثوں کو ایک ملین کی رقم دے دی جائے گی۔

۶۔معاویہ اس بات کا بھی پابند ہے کہ وہ شام، عراق، حجاز ویمن کے لوگوں کی عزت کرکے ان کے حق حقوق دے اور گزری ہوئی باتوں اور دشمنی کا بدلہ نہ لے۔

۷۔ اصحاب علیؑ اور شیعیان علیؑ کو امن وامان ملے۔ان کے حق حقوق پامال نہ ہوں۔

۸۔معاویہ کی طرف سے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو کوئی خطرہ نہ رہے اور بلکہ پورے خاندان بنی ہاشم محفوظ رہیں۔

۹۔معاویہ کو امیر المومنین ہرگز نہیں کہا جائے۔

یہ مخصوص باتیں ہیں جو لکھی گئیں اگر تفصیل دیکھنی ہو تو (بحار الانوار کی جلد۔۴۴، کتاب ارشاد القلوب دیلمی، کتاب مقاتل الطالبین ملاحظہ کریں)

❀❀❀
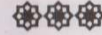
باب ۱۷

صلح نامے سے جو کچھ حاصل ہوا

امام حسنؑ اور معاویہ میں جو صلح نامہ طے پایا تھا وہ کئی قسم سے لوگوں کے ہاتھ آیا اس میں تبدیلیاں تھیں۔

امام کسی بھی جنگ یا صلح کے پابند نہیں ہیں:-

اب تبدیلی اعتراض یہ بھی ہے کہ امام حسنؑ نے مسلمانوں کی سرپرستی معاویہ کو سپرد کر دی تھی۔غرض امام حسنؑ ہر حالت میں امام ہیں ان کو اپنی ذمے داریوں کا احساس ہے خواہ لوگ پسند کریں یا نہ کریں۔

حضرت رسول خداؐ پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ حسنؑ اور حسینؑ امام ہیں چاہے وہ قیام کریں یا قعود کریں۔اس طرح امامت کے فرائض سے امام کیسے غافل ہوسکتے ہیں لیکن آپ کے پاس عصمت ہے، اعلمیت، تقویٰ ہے اور یہ درجہ ہر کسی کو نہیں ملتا بلکہ ہر اس شخص کو ملتا ہے جو اللہ کی زبردست عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہوکر یہ درجہ اسے بخش دیتا ہے اور امام کسی بھی جنگ یا صلح کے پابند نہیں ہیں۔

ابن قتیبہ نے کتاب ''الامامت والسیاست'' میں لکھا ہے ص۔۱۹۳۔

یوں لکھنے کو چاہے مورخ کچھ بھی لکھ دے مگر امام اپنے فرائض نہیں بھولتا ہے اور امام اپنے عہدے کا مالک ہوتا ہے کیونکہ اس پر ذمے داریاں بہت ہوتی ہیں اور یہ ظاہر

دنیاوی حکومت تو غیر کو دی جاسکتی ہے لیکن حکومت الٰہی کی پابندی تو امام پر واجب ہے۔

امام نے خود عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں معاویہ کے زیر حکومت آگیا ہوں افسوس ہے تمہاری حالت پر یہ بات ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ میں عرب کی شجاع ترین ہستی علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں میں نے شہزادیؑ کونین فاطمہ زہرؑا کا دودھ پیا ہے جو تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں۔میری صلح کسی خوف وہراس کا سبب نہیں ہے نہ میری کمزوری ہے بلکہ لشکریوں نے مجھے دھوکا دے دیا اچانک ایسا واقعہ پیش آگیا کہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ بھاگے، وہ پیسے کے لالچی تھے۔

اللہ کا نمائندہ کسی کی حکومت کے زیر اثر نہیں ہوتا:-

امام نے چار و ناچار معاویہ سے صلح تو کرلی لیکن اسکے تابع فرمان نہیں ہوئے اور اسے امیر المومنین کہلانا پسند نہیں کیا اور اسکے امر ونواہی کو اہمیت نہیں دی کیونکہ آپ تو اللہ کی طرف سے اولی الامر تھے کیسے اسے حاکم مان لیتے۔

جب امام مدینہ آگئے (کوفے سے) تو ایک خط (نامہ) معاویہ کی طرف سے آپ کو ملا کہ آپ سے مدد چاہی تھی اور دستور جنگ کی تفصیل مانگی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قروہ بن نوفل اشجعی نے اپنے پانچ سو (۵۰۰) فوجیوں کے ساتھ شہر زور پر حملہ کرنا چاہا تھا تو معاویہ نے امام کو لکھا کہ آپ اس جنگ میں روانہ ہوں اور لشکر کا علم اپنے ہاتھ میں لیں۔امام نے جواب میں معاویہ کو لکھا:

لو آثرت ان اقاتل احدا. من اهل القبله بدات بقتالك فانی تر کتك بصلاح الامه و حقن دمائها.

میں پتہ لگاتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اہل قبلہ یا مسلمان ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو میں ان سے جنگ نہیں کروں گا کیونکہ میں نے یہ مصلحت امہ اور قتل وغارت گری سے بچنے

کیلئے صلح کی ہے۔

اس مضمون سے پتہ چل گیا کہ امام حسنؑ معاویہ کے حکم کے پابند نہیں تھے اور اس نے اس لئے توجہ نہ دی کہ لوگوں کی منشاء ہی ایسی تھی اور امام تو معاویہ سے جنگ کرنا چاہتے تھے اور امت کی نجات مطلوب تھی۔

امام کا اپنی رہبری وخلافت باقی رکھنا:-

امام حسنؑ نے صلح نامے امر رہبری اور امامت اپنا حق مانا تھا اور بار بار آپ معاویہ کو بیدار کرتے تھے کہ قرآن اور سنت پر عمل کیا جائے اس متن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن و سنت پر عمل نہیں ہو پاتا تھا اور معاویہ کو کھلی آزادی نہ تھی کہ جو چاہے سو کرے اور امام حسنؑ کی مرضی کے بغیر کوئی کام کرنے کا حق واختیار معاویہ کو نہیں تھا اور اپنی مرضی سے حکومت کا ولی عہد بنانے کا حق بھی نہیں تھا اور یہی بات شرائط صلح نامے میں لکھی گئی تھی کہ زندگی بھر معاویہ حکومت کرے مگر اسے اپنی زندگی میں تخت کا مالک کسی دیگر کو بنانے کا حق نہیں ہے پھر حکومت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہی حق ہے۔معاویہ نے صلح نامے کے وقت سب شرطیں قبول کرلیں لیکن حکومت ملتے ہی ایک دم پلٹ گیا کہ میں صلح نامے کا پابند نہیں ہوں۔

معاویہ نے مسلمانوں سے بیعت طلب کی:-

اب معاویہ نے لوگوں سے اپنی بیعت لینا شروع کردی اور بیعت بھی اندھی کہ میں ہر طرح معاویہ کا پابند ہوں۔اب بیعت ہوچکی تھی لوگوں کی متلون مزاجی کی یہ کیفیت تھی کہ زبان اور قول کے پابند نہیں تھے اور جب نافرمانی کرنے لگیں تو یہ کیسے ممکن ہوگا کہ ہر ایک شخص پر ایک حاکم طاقتور مقرر کیا جائے جو زبردستی ان کو میدان جنگ میں بھیجے اور کام لے سکے ان باتوں کا اعتبار ختم ہوچکا تھا۔

امام ہرطرح سے دین کی محافظت میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ آپ دین الٰہی کے محافظ ہوتے ہیں۔ مذہب کی حفاظت، انسانوں کی جانوں کی حفاظت، انسانوں کے حقوق کی حفاظت، مصیبتوں سے چھٹکارا دلانے والے ہوتے ہیں اور لوگوں کے ذہنوں کو بیدار رکھتے ہیں۔

اقدامِ امام حسنؑ کا راز:۔

اس بارے میں یہ خیال رکھنا ہوتا ہے کہ ہر بات کی جواب دہی ہوتی ہے، ذمے داری ہوتی ہے کہ ہم جو بھی کام کریں گے کل کو لوگ ہم سے اس کا جواب طلب کریں گے اس لئے کام اچھی سوجھ بوجھ سے کیا جاتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا ارشاد:۔

امام حسینؑ کو چونکہ ان تمام باتوں سے آگاہی تھی اس لئے قول خدا کے موافق کام کرنا تھا لوگوں نے امام حسینؑ سے بھرے دربار میں پوچھا کہ بتلائے کیا وجہ تھی کہ امام حسنؑ نے حکومت (تختِ شاہی) معاویہ کو دے دی تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ ہاں اس سے پہلے یہ کام میرے بابا علیؑ مرتضیٰ بھی انجام دے چکے تھے مطلب آپ کا یہ تھا کہ عوام الناس کی لاپرواہی وغفلت کی وجہ سے رشوت ستانی کی وجہ سے کہ معاویہ سے بھاری رقمیں وصول کر لی تھیں۔

شعیانِ علیؑ کی حفاظت:۔

ابوسعید جو امام کے مددگار تھے انھوں نے صلح کا راز امام سے پوچھا تو امام نے جواب دیا کہ کیا میں لوگوں کے درمیان حجتِ خدا نہیں ہوں اور کیا جناب رسولؐ خدا نے نہیں فرمایا تھا کہ حسنؑ وحسینؑ ہر حالت میں اور ہر وقت میں امام ہیں خواہ تخت نشین ہوں یا گوشہ نشین۔ پس ہر طرح سے میں تمہارا امام ہوں اور ہر کام کی اچھائی برائی کو تم سب

سے بہتر جانتا ہوں اور یہ صلح بالکل اسی طرح ہوئی تھی کہ جیسے صلح حدیبیہ رسولؐ خدا نے کی تھی وہ صلح نامہ کافروں سے تھا اور معاویہ بھی برائے نام مسلمان تھا ورنہ حقیقت میں کافر تھا اور یہ لوگ مجھے اتہام دیں گے ہاں ہاں اور دیکھو میں مثلِ خضر ہوں موسیٰ کیلئے کہ جب کشتی میں سوراخ کیا تھا کہ وہ برداشت نہیں کر سکے تھے۔ اب اگر میں صلح نہیں کرتا تو روئے زمین پر ایک بھی شیعہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا تمام قتل ہو جاتے اور در بدر ہو جاتے۔

میدانِ جنگ کا نقشہ شکست میں تبدیل ہو جاتا:۔

بشیر ہمدانی، ہمدان قبیلے سے ہیں اور دین دارِ اسلام ووفادار ہیں۔ انہوں نے صلح کے بارے میں امام سے پوچھا کہ آپ نے صلح جو کی ہے تو اس کی کیا وجہ ہے اور کیسے کیسے آپ کے اصحاب اور فوجی تھے جو میدان جنگ میں آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تو امام نے فرمایا کہ بھائی سنو اِس صلح سے ہمارا مطلب یہ تھا کہ تم لوگوں کی جان، مال، عزت، آبرو محفوظ رہے حالانکہ کچھ اصحاب وفوجی ہمارے وفادار بھی تھے کہ اپنی جان دینا گوارا کر رہے تھے، جہاد پسند تھے لیکن زیادہ تر فوجی بھگوڑے اور پیسے کے لالچی تھے۔ اگر ایسی دگرگوں حالت میں معاویہ سے جنگ ہوتی تو نتیجہ شکست تھا اور اگر ہم جنگ میں پہاڑ پر یا درختوں پر بھی پناہ لیتے تو کامیابی ہرگز نہ ہوتی۔

(الاخبار الطوال دینوری)

حجر بن عدی:۔

جناب حجر بن عدی امام کے چاہنے والوں میں سے ہیں وفادار صحابی ہیں اور یہ وہ بہادر ہستی ہیں کہ جب مسجد میں امام موجود تھے تو کسی میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ امام سے سوال جواب کر سکے۔ تب حجر بن عدی نے امام کی مدد کی اور حمایت میں اُٹھ کر بولے

تھے یہ حاتم طائی کی نسل سے ہیں اور اپنی جان کا نذرانہ امام کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔
انھوں نے امام سے صلح نامے کے بارے میں سوال کیا تو امام نے فرمایا:
کہ جب ہم نے یہ دیکھا کہ ہمارے فوجی جنگ کرنا نہیں چاہتے اور جان بوجھ کر غفلت سے کام لے رہے ہیں تو میں نے نہ چاہا کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام لیں اور ہمارے شیعوں کا خون نہ بہے اس لئے ہم نے چاہا کہ فی الوقت جنگ کو ملتوی کر دیں شاید قدرت پھر کوئی بہتر موقع عنایت فرمائے۔ (ہمان منبع، ص۔ ۲۲۵)

دینِ حق فنا ہو جاتا:۔

اس بارے میں عوام الناس نے بھی کئی سوالات کئے تھے اور امام نے جوابات مرحمت فرمائے تھے ان سے کئی راز منکشف ہوئے۔ مثال کے طور پر امام حسنؑ سے لوگوں نے سوال کیا تھا کہ آپ نے معاویہ کے ساتھ صلح کیوں کر لی اور اس صلح سے کیا فائدہ ہوا بتلایئے، تب امام نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ تم کو کیا معلوم کہ میں نے کیا کر دیا خدا کی قسم اس صلح کو انجام دے کر میں نے تمام جہاں کے شیعوں کیلئے بہتر کام انجام دیا ہے اس سے بہتر کام کوئی بھی انجام نہیں دے سکتا تھا۔

امام نے جواب میں دوسروں سے کہا کہ خدا کی قسم کہ میں نے دنیا بھر کے شیعوں کی بھلائی کیلئے یہ کام انجام دیا ہے کہ جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور جہاں پر غروب ہوتا ہے سب شیعہ امن وامان سے محفوظ رہیں گے۔

اب بتاؤ اے لوگوں کہ کیا میں تمہارا امام نہیں ہوں؟

کیا میری اطاعت تم پر واجب نہیں ہے؟

کیا تم نے حضرتِ خضر کی وہ روایت سنی ہے کہ ٹوتی ہوئی دیوار کو (ٹھیک) صحیح کر دیا اور سالم کشتی میں سوراخ کر دیا ایک شخص کا سر کاٹ لیا چنانچہ یہ واقعات تمہارے سامنے

ہیں ہم نے اسی مصلحت کے تحت صلح کی ہے اور سوال وجواب کئے۔ امام سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے جو یہ صلح کی ہے یہ بہتر ہے یا نہیں۔ امام نے فرمایا کہ مجھے روزِ قیامت سے خوف آیا کہ ستر اسی ہزار آدمی سوال کریں گے کہ ہمیں بلاوجہ کیوں قتل کیا گیا آخر ہماری خطا تو بتاؤ کہ ہم نے کیا کیا خطائیں کی تھیں۔

امام حسنؑ کے خطبے:۔

صلح کے بعد امام نے چند بار خطبوں کے ذریعے اعلان فرمایا کہ ہماری اس صلح میں زبردست حکمت اور بھلائی تھی۔ ہم نے پریشان ذہنوں کو سکون بخشا جان بخشی کی دین بچایا۔ اس سلسلے میں ہم مختصراً بیان کریں گے کیونکہ بات پھر بہت لمبی ہو جائیگی۔ امام حسنؑ نے اہل عراق کیلئے خطبے میں فرمایا۔ تین باتوں نے مجھے تم سے دور کر دیا ہے:

۱۔ تم نے میرے باپ کو شہید کیا ہے۔
۲۔ مجھے رنج دیئے ہیں اور زخم لگائے ہیں۔
۳۔ تم نے میرا مال لوٹا ہے، غارت گری کی ہے۔

امام نے یہ اعلان کر کے ان کو قائل کیا کہ تم اپنے رہبر پر نظر عنایت نہیں رکھتے ہو اور مجھے اپنا خلیفہ وامام (رہبر) نہیں مانتے ہو۔ اس لئے تم الگ میں الگ۔ تمہارا ہمارا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے اور دوسرے مقام پر کچھ لوگوں نے امام کو طرح طرح کے طعنے دیئے الزام لگائے تو امام حسنؑ نے ان کو جواب دیا کہ اگر لوگ صدق دل سے میری بیعت کر لیتے اور بھرپور مدد کرتے تو زمین وآسمان سے برکتوں کی بارش ہوتی اور عوام الناس میں زبردست خوشحالی آجاتی اور معاویہ کی حرص وہوس ختم ہو جاتی۔

جناب رسولؐ خدا نے سرزمین مکہ اور قوم کو ترک کیا تھا اور غار میں جا کر پناہ لی تھی اگر حضورؐ مطمئن ہوتے تو غار میں کیوں جاتے اور مکے سے ہجرت نہ کرتے اور میرے

باپ حضرت علیؑ بن ابو طالبؑ کو اور مجھے قوم نے میدان جنگ میں تنہا چھوڑ دیا اس لئے صلح کرنی پڑی اور دوسرے خطبوں میں امام نے فرمایا کہ:

ہمارے ساتھ طرفہ تماشہ یہ ہوا کہ ہمارا حق بھی مار لیا اور ہماری حکومت بھی چھین لی۔ بس ہر وقت ہمیں دین اسلام کی فکر تھی کہ اس پر آنچ نہیں آنے پائے اور ہمارے محب و تمام شیعہ محفوظ رہیں اور صرد خزاعی کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جب اس نے اعتراض کیا کہ امام حسنؑ کے پاس چالیس ہزار فوج موجود تھی تو پھر آپ نے صلح کیوں قبول کی اور جب معاویہ آپ کی عزت نہیں کرتا تھا تو آپ بھی منہ توڑ جواب دیتے (الحرب خدعہ) تب امام حسنؑ نے فرمایا کہ:

معاویہ مجھ سے کسی بھی ہنر میں بہتر نہیں ہے لیکن میں امام ہوں۔ میرے اندر دور اندیشی بہت ہے اور جو میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہے ہو کیوں کہ حکم خدا ہے کہ جہاں تک بھی ممکن ہو سکے لوگوں کی جان بچاؤ۔ پھر ہم نے دیکھا کہ امت کی مدد و نصرت ہم کو حاصل نہیں ہے۔ قتل و غارت گری ہوگی اللہ تعالیٰ کو خون کا حساب دینا ہوگا اس لئے صلح کو بہتر جانا۔

بہ خدا اگر ہم معاویہ سے جنگ کرتے تو وہ ہمیں تسلیم کرتا۔ (بحار الانوار، جلد ۴۴)

اپنا حال اور بے وفا مسلمان :۔

اپنا حال بیان کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں کہ یہ صلح فی الوقت تھی۔ اب وہ وقت آ گیا کہ جناب رسولؐ خدا نے وفات پائی اور مصیبتوں نے اہلبیت کو گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے بیچ فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے دشمنوں نے ہمارا حق جائیداد مار لی، حکومت چھین لی اور پھر ہماری گردن پر سوار ہو گئے۔ فدک بھی چھین لیا یعنی ظلم کی انتہا کر دی۔ اگر ہمارے پاس مددگار ساتھی اور ہمدرد فوجی ہوتے تو ہم

معاویہ کی ناک میں نکیل ڈال سکتے تھے۔ ہم کوفیوں سے خوب واقف ہیں اکثریت ان کی فاسد اور غیر قابل اصلاح ہیں وفاداری نام کو نہیں ہے۔ صرف مطلب پرست ہیں، نفاق و حسد دل میں رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو آدمیوں میں بھی اگر تلاش کریں گے تو وہ بھی پکے منافق اور ذلیل نکلیں گے۔

امام سیاستِ الٰہیہ کے نمائندے ہیں :۔

امام چونکہ عوام الناس کی بہ نسبت بہت دانا و بینا ہوتے ہیں ان کی ترکیبوں کو کسی کی عقل نہیں پہنچ سکتی ہے۔ کیسی پیاری سیاست ہوتی ہے، حکیمانہ کوششیں ہوتی ہیں۔

اب انسانوں کو صرف ایک کام ہی باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے تنقید، اعتراضات، عیوب نکالنا ان عقل کے اندھوں کو کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ امام غیب کا علم رکھتے ہیں اور ہر ظاہر و باطن کا علم رکھتے ہیں ان پر تنقید کرنا خدا پر تنقید کرنا ہے۔ اس صلح سے معاویہ کے کالے کارنامے سامنے آ گئے اور اس وقت کی تمام سازشیں کھل کر سامنے آ گئیں۔

۱۔ لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا دیا گیا تھا کہ معاویہ کاتبِ وحی تھا یہ بات ختم ہو گئی۔

۲۔ معاویہ آزاد منش انسان نما شیطان تھا وہ کسی بھی وقت کوئی بھی اچھی بری چال چل سکتا تھا۔

۳۔ معاویہ کس طرح حق کو برباد کر کے باطل پر عمل کرا رہا ہے۔

۴۔ امام اور تمام شیعوں کی جان صلح نامے سے بچ گئی۔

۵۔ ہر طرف سے بنی امیہ کو برا کہا جانے لگا اور لعنت پڑنے لگی۔

اب ہم غور سے دیکھیں کہ امام نے صلح کر کے کتنا بڑا کام انجام دیا۔

❀❀❀

باب ۱۸......

صلح کے فوائد

آخر میں ہم ہر طرح سے امام کی تعریف کریں گے اور صلح نامے کو بے حد کامیاب قرار دیں گے۔

جنگ کرنا بیکار تھا :۔

امام نے اس صلح میں کم نقصان برداشت کیا اور فائدے بے شمار پہنچائے اور پھر معاویہ کی قلعی بھی کھول دی کہ وہ صلح نامے پر عمل کیوں نہیں کر رہا اور اسے چنیں اور چناں کرنے کی اجازت کس نے دی ہے۔ امام نے ہی ستر اسی ہزار انسانوں کو قتل ہونے سے بچا لیا حالانکہ معاویہ کی سازش قتل عام کی تھی۔

معاویہ کو پابند کرنا :۔

امام نے معاویہ کو صلح نامے کا پابند بنایا اور پابند کیا کہ سنتِ نبیؐ اور قرآن پر عمل کرے۔ کسی بھی فرقے شیعہ و محبان اہلبیت کا خون نہ بہائے۔ قرآن پر سختی سے عمل کرے اور دین اسلام پر کاربند ہو۔ اپنا جانشین کسی کو نہ بنائے چونکہ معاویہ ان معاہدوں کی پرواہ نہیں کرتا تھا تو اس کی ذلت ہوتی تھی۔

معاویہ کو مسلمان بُرا سمجھنے لگے :۔

اس زمانے میں لوگ معاویہ سے وحشت اور خوف رکھتے تھے کیونکہ وہ معمولی شک

ہونے پر بھی لوگوں کو بے دریغ (بے کھٹکے) قتل کرا دیتا تھا اور لوگ حضرت علیؑ کا تذکرہ ناپسند کرتے تھے کفر اور شرک سے تعبیر دی جاتی تھی۔

صلح نامے سے لوگوں کی جان میں جان آ گئی اور انہیں اتنی تمیز آئی کہ معاویہ کے کالے کارناموں کو برا سمجھنے لگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امام حسنؑ معاویہ کو پوری طرح قابو میں نہیں لے سکے کیونکہ وہ شتر بے مہار کی طرح نالائق انسان نما شیطان تھا اور لوگوں کو پتہ چلا کہ معاویہ حیوان سرکش ہے۔ نالائق ہے۔

کربلا کی تیاری :۔

امام نے ایسی گہری سیاست سے صلح نامہ لکھا کہ اس سے امام حسینؑ کو قیام کرنے میں سکون ملا اور امام حسنؑ نے وہ جہاد شرعی برپا کیا کہ معاویہ کی تلون مزاجی، فوجیوں کی سستی، عوام کی بغاوت اور بے وفائی حق کو نہ پہچانا۔

اس کا ثمر بہترین ملا یہ صلح ایک شجاعانہ مقابلہ ثابت ہوئی لیکن بتدریج ثمرات آتے رہے۔

صلح سے سوچنے کا موقع ملا :۔

امام حسنؑ نے صلح کر کے لوگوں کو سکھ چین اور آرام کی زندگی بخشی تا کہ فرصت میں غور کریں کہ حق کس طرف ہے اور کیسا دھواں نکل رہا ہے یہ آنکھوں میں نہ جانے پائے اس وقت شیعہ جو کم تعداد میں تھے ان کی جان بچ گئی:

بنی اُمیہ کا جھوٹ کُھل گیا :۔

امام نے بنی امیہ کے مظالم کی داستان بتانی شروع کر دی اور لوگوں سے کہا کہ اس کا پروپیگنڈہ خوب کرو اور جب لوگوں کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو بنی امیہ نے اپنی قبر کھدتے دیکھ لی اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے موردِ لعن ہو گئے۔

دنیا سے بنی اُمیہ اور خاندانِ ابوسفیان کا نام ونشان مٹ گیا۔ سورۂ کوثر کی تفسیر ظاہر ہوگئی۔

نجاتِ اسلام:۔

بالآخر امام حسنؑ نے صلح نامہ کر کے دین اسلام اور مسلمانوں کو قتل وغارت گری سے بچالیا اور حملہ روم شرقی کا سبب ہوا۔

امام حسینؑ کے قیام کے بارے میں گفتگو:۔

اس صلح سے امام حسینؑ کا واسطہ بھی تھا یعنی قیام حسینؑ اور یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ اگر صلح امام حسنؑ نہ ہوتی تو امام حسینؑ کی شہادت کا خاص نتیجہ نہ نکلتا۔ اسی زمانے میں لوگ پریشانی میں تھے۔ امام حسنؑ نے مسائل کو حل کیا۔ امام نے ان کو موقع دیا کہ وہ یہ کہیں کہ ہم ہوتے تو ایسا کرتے اور ویسا کرتے اور مسئلہ اس طرح سے حل کردیتے۔

مورخین نے تعصب میں آکر نہ معلوم کیا کیا خرافات امام کے خلاف لکھ دی ہیں اور بنی امیہ کے دور کی غلطیوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ تو لازمی ہوا کہ امام ان کو چھوڑ دیں تاکہ تاریخ کے آئینے میں خود کو دیکھیں اور اپنے مسئلے حل کریں۔ اس لئے امام نے ان کو ایک موقع دیا تاکہ وہ یہ تنقید نہ کریں کہ ہم ہوتے تو ایسا کرتے اور ویسا کرتے۔

متعصب مورخین نے نہ جانے امام کے خلاف کیا کیا تاریخ میں لکھ مارا ہے کہ صلح کے بعد امام کو چاہیئے تھا کہ وہ اسلام کی حفاظت کرتے جس سے قیام حسینی کو راہ ملی گویا صلح امام حسنؑ یہ ایک دانہ تھا کہ جس کی کاشت کیلئے مناسب محل چاہیئے تھا اور رشد وہدایت سے واسطہ ہے اور خون حسینؑ سے اس کی آبیاری ہوئی ہے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے دونوں نے مل کر ایسا پل بنایا کہ دشمن کنارے آئے اور اس کو گزند پہنچے یعنی دونوں ایک طاقت تھے گویا امام حسنؑ نے اپنی ترکیب سے پہاڑ کو

اندر سے خالی کردیا تھا اور اس میں کچھ راز بھر دیئے تھے کہ وقتِ ضرورت کام آئیں اور روز عاشورہ کام کریں۔ ان دونوں بھائیوں کا کام ایک جیسا ہی تھا دونوں بھائیوں نے لگاتار نو (۹) سال تک معاویہ سے جنگ لڑی مقابلہ کیا لیکن قیام نہ کیا کیونکہ اگر قیام کرلیتے تو معاویہ کی شیطانی چالوں سے بچ نہیں سکتے تھے اور جیسے ہی مناسب موقع ملا تو امام حسینؑ نے ایک ہی وار سے بنی امیہ کا خاتمہ کردیا۔

❁❁❁

باب ۔۔۔۔۔۔۱۹

معاویہ کے لئے صلح کے نقصانات

اگرچہ معاویہ کے حق میں صلح بہتر ثابت ہوئی لیکن اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو اسے زبردست نقصان پہنچا۔

مِن جملہ یہ کہ امام نے معاویہ کی عہد شکنی، فریب کاری، بے دینی، قتل وغارت گری سب کچھ عیاں کردی لیکن بے حس مسلمان غفلت ہی برتتے رہے اور اگر معاویہ صلح نامے پر عمل کرتا تو اسے فائدہ ہوتا لیکن عمل نہ کرنے سے امام حسن مجتبیٰؑ کو فائدہ پہنچا۔ لوگ معاویہ سے نفرت کرنے لگے اور اعتراض کرنے لگے۔

معاویہ کے ذہن میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میرے ظلم، قتل کرنا، قید کرنا شکنجہ میں کسنا جو کچھ اپنے فائدے کیلئے کر رہا ہوں کسی نہ کسی دن لوگوں کو اس ظلم کا پتہ لگ ہی جائے گا اور دنیا میں ایک دن بنی امیہ کا نام ونشان بھی نہیں رہے گا۔

اگر اللہ اسے عقل دیتا اور معاویہ عقل سے کام لیتا تو حکومت چھوڑ بیٹھتا۔ اس کے لئے یہی کافی تھا کہ لوگ اسے کاتبِ وحی سمجھنے لگے تھے افسوس کہ جب انسان کو طاقت اور حکومت مل جاتی ہے تو گھمنڈ کرنے لگتا ہے۔

معاویہ صلح کے بعد:۔

معاویہ نے صلح کرتے ہی حکومت پر قبضہ کرلیا اور کوفے کے منبر پر جا کر تقریر کی۔

ایھا الناس۔ میں نے تم کو نماز اور روزے کی تکلیف نہیں دی ہے یا حج زکوٰۃ ادا کرو میری غرض مذہبی کاموں سے نہ تھی بلکہ میری غرض تو صرف اور صرف حکومت سے تھی جو مجھے حاصل ہوگئی ہے۔ اب میں تمہارا حاکم ہوں اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ میں نے جو صلح امام حسنؑ سے کی ہے میں اس کا پابند نہیں ہوں یہ تو وقتی دھوکا دیا تھا اور شرائط صلح کو میں اپنے پیروں کے نیچے روندتا ہوں۔

معاویہ بخوبی جانتا تھا کہ حسنؑ بن علیؑ حق کے سیدھے راستے پر ہیں اور وہی لائق حکومت ہیں اور شجاعت، سخاوت، علمیت، قابلیت کے اعتبار سے رسولؐ خدا کے فرزند ہیں۔ کبھی کبھی سوچ کر پریشان ہوتا تھا اور یہ صلح حفاظت اسلام بھی ہے۔ ان وجوہات سے ساداتِ آلِ رسولؐ اور شیعوں کو قتل کرتا تھا کہ بنی ہاشم کا نام ونشان نہ رہے اور حکومت ہمیشہ بنی امیہ میں ہی رہے۔

معاویہ حکومتی سیاست کے نام پر سیاست انتقامی سے کام لے کر علیؑ کے چاہنے والوں کو قتل کرتا تھا اور جو بھی ظلم کئے ان سے خود ہی موردِ لعنت ٹھہرا۔ حد یہ کہ ایک روز سعد بن وقاص آیا اور کہا کہ اے بادشاہ تجھ پر سلام ہو اور امیر المومنین کا لفظ نہ کہا اور کہا کہ اے معاویہ تو نے جو یہ طور طریقے اپنا رکھے ہیں اور ظلم وبربریت کر رہا ہے تو خود ہی اپنی جڑیں کھود رہا ہے۔

بدترین سیاست:۔

معاویہ فطرتی پیدائشی ظالم تھا کہ لوگ تھراتے تھے بات بات پر قتل کردیا کرتا تھا اور ایک ایسا وقت آیا جب لوگوں نے سمجھا کہ معاویہ کتنا بدترین انسان ہے پھر لوگوں نے چاہا کہ عبدالرحمٰن پسر خالد بن ولید کو تختِ خلافت پر بٹھا دیں معاویہ نے یہ سنا تو نئی ترکیب سوچی اور ابن آثال حکیم وطبیب کے ذریعے عبدالرحمٰن کو شہد کے ذریعے زہر

دے کر قتل کروادیا اور پھر دوسرے لوگوں پر الزام رکھ دیا یہ تو معمولی سی بات تھی ورنہ دراصل معاویہ نے بیشمار لوگوں کو بلا وجہ قتل کیا ہے اور اپنی حکومت وخلافت کے خلاف بات سننا بھی گوارا نہیں کرتا تھا اور اگر اس کے کالے کارناموں کی تفصیل جاننا چاہتے ہیں تو زیاد بن ابیہ کے خط کو ملاحظہ کریں۔

معاویہ کو اپنے خط میں زیاد بن بنی امیہ نے لکھا کہ تم بتاؤ اے معاویہ تم کس کو صاحب عزت جانتے ہو اور کس کو باعث ذلت کس کو پسند کرتے ہو اور کس کو ناپسند، کس کو دور جانتے ہو اور کس کو نزدیک اور کس کو پرامن جانتے ہو اور کس کو دہشت گرد جانتے ہو تو جواب لکھا گیا کہ ہم سب سے اچھا اور قابل احترام عربوں کو سمجھتے ہیں اور قبیلہ یمن کی بہ ظاہر تعظیم وتکریم کرو لیکن اندرون دل سے ذلیل سمجھو کہ یہ میرا تجربہ ہے اور محفلوں میں آتے ہیں تو ہم بہ ظاہر تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور جب چلے جاتے ہیں تو بدگوئی کرتے ہیں ان کی توہین کرتے ہیں اور دیکھو یہ میرے نزدیک بد سے بدتر حال میں ہیں۔ میں نے ذلیل کر رکھا ہے۔ ان کے بجائے اوروں کو بخشش وانعام دینا ان کو نہ دینا۔

قبیلہ نزار کو بھی ہم نے گرفت میں لے رکھا ہے ان کے شریف اور بڑے لوگوں کی عزت کرنا اور غریب ونادار کی ذلت کرنا۔ قبیلہ مضر کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا کہ یہ لوگ تجھ کو فائدہ پہنچائینگے۔ خاص طور پر ایرانیوں پر کڑی نظر رکھنا سختی رکھنا کہ یہ لوگ ایمان لے آئے ہیں لیکن ہمیں ان پر قطعاً بھروسہ نہیں ہے اور جب بھی موقع ملے ان کی سرکوبی کرنا نقصان ہی پہنچانا کوئی نفع نہ دینا کہ یہ لوگ ذلت کے ہی قابل ہیں۔

اس قسم کی معاویہ کی سیاست تھی اب بھی افسوس ہے کہ اتنی برائیاں معلوم ہو جانے پر بھی لوگ معاویہ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ معاویہ کون ہے اور امام کے ساتھ بات

کیوں نہ بنی۔ ان لوگوں کو بیعت کرنے کے بعد پتہ چلا کہ معاویہ کا کردار کتنا گھناؤنا ہے۔ پھر لوگ پشیماں ہوئے اور جانا کہ معاویہ کتنی برائیوں کا حامل ہے وغیرہ۔

معاویہ نے عربوں سے بدلے لئے:۔

معاویہ نے حکومت ملتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے گورنر سخت قسم کے لوگ مقرر کیئے اور اپنا مزاج اتنا خراب بنالیا کہ لوگوں کے حقوق ختم کردیئے۔ زیاد کو بصرہ اور کوفے کا حکمران بنایا کہ سختی سے حکومت کرے اور سمرہ بن جندب کو بصرے میں اپنا قائم مقام بنایا جس نے اپنی طاقت پر کم از کم آٹھ ہزار انسانوں کو جو سیّد وسادات آل رسولؐ اور علیؑ کے چاہنے والے تھے سب کو ذلت کے ساتھ رکھ کر قتل کروادیا یہاں تک کہ ابوسوار عدوی نے کہا ہے کہ:

ایک صبح کو سمرہ نے ۴۷ حافظانِ قرآن وقاریان کو قتل کرادیا اور سمرہ نے تو زیاد سے بھی بدتر کام انجام دیئے اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرادیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ سب لوگ بے گناہ ہیں تو سمرہ نے جواب دیا کہ یہ آٹھ ہزار افراد کا قتل کرنا تو میرے لئے کوئی بڑا کام نہیں ہے مجھے تو اور اگر آٹھ ہزار افراد مل جائیں تو سب کو قتل کرڈالوں گا مجھے کوئی رحم نہیں آتا۔ (تاریخ طبری، ج۔۶، ص۔۱۳۲)

اب آپ اندازہ لگالیں کہ معاویہ نے کیسے کیسے بے غیرت وبدترین حاکموں کو رعایا پر مقرر کیا تھا اور اب معاویہ کا خط جو زیاد کو لکھا گیا ہے اس سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ کیسی کیسی زیادتیاں محبانِ اہل بیتؑ وشیعوں کیلئے کی گئیں۔ بے گناہ گھر جلائے گئے، جیلوں میں بند کیا گیا اور ذلیل وخوار کرکے پھر قتل کردیا گیا۔ کافی لوگوں کی آنکھیں پھوڑ کر اندھا کیا گیا، کافی لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹ کے محتاج کردیا گیا سولی پر لٹکایا گیا پھر اناج ناپید کرکے بھوکا مارا گیا اور معاویہ کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ دنیا میں کوئی بھی شیعہ

(علیؑ کا طرف دار) زندہ نہ رہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کی تفصیل بھی لکھی ہے۔

بنی امیہ نے جہاں جہاں بھی شیعہ پائے ان کو چُن چُن کر قتل کردیا گیا اور جس شخص نے بھی علیؑ سے محبت ظاہر کردی اسے قید خانے میں بند کردیا گیا گھر بار جلادیا گیا بیوی بچے قتل کردیئے گئے اور جائیداد چھین لی گئی۔ مکان ویران کردیئے گئے اور ایسا ظلم جو عبید اللہ بن زیاد کے زمانے تک جاری رہا۔ (یہ ہیں قاتلانِ حسینؑ کے کالے کارنامے)۔ (شرح نہج البلاغہ ج۔۱۱، ص۔۴۴)

دین کا گلا گھونٹ دینا:۔

سیاسی اعتبار سے معاویہ نے لوگوں کا گلا گھونٹ دیا تھا اور حکم دیا تھا اور پروپیگنڈہ کردیا تھا کہ علیؑ کے محبّوں کی شہادت قبول نہیں ہوگی اور اگر دو افراد یہ گواہی دیں کہ یہ شخص شیعانِ علیؑ سے ہے تو اس کا نام بیت المال کی فہرست میں کاٹ کر ماہانہ وظیفہ بند کردیا جاتا تھا اور کوئی بھی اس سے نرمی کا سلوک نہیں کرسکتا تھا اور یہ سخت تاکید کردی گئی تھی کہ کوئی شخص اپنا نام علیؑ نہ رکھے اور ذلت کرنے کے سبب اس شخص کو ابو زینب کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

معاویہ کا دورِ حکومت اتنا بدترین دور تھا کہ تقریباً پچاس ہزار افراد کوفے کو خیرباد کر کے خراسان چلے گئے۔ مجبوراً لوگ اپنا نام ثلاثہ کے ناموں پر رکھتے تھے کیونکہ جان کا خطرہ تھا اور اپنی اولادوں کے نام علیؑ پر رکھنے کو ترستے تھے۔ اب شیعوں کی طاقت کمزور ہوگئی اور اس قدر جاسوسی ہوتی تھی کہ لوگ اپنے بیوی بچوں خاندان والوں سے بھی محفوظ نہ تھے۔ شیعوں کی زندگی اجیرن بن گئی۔ (شرح نہج البلاغہ، مناقب ابو حنیفہ ج۔۱، ص۔۱۱۷)

اب چونکہ زیاد بن (ابیہ) بنی امیہ پہلے اپنے کو علیؑ شیعہ ظاہر کرتا تھا حالانکہ دل میں

نفاق تھا اور تمام شیعیان بصرہ اور کوفہ سے واقف تھا پھر زیاد حضرت علیؑ کے خلاف ہوگیا اور معاویہ کا چاپلوس بن گیا اس لئے ہزاروں شیعوں کو مروا ڈالا یہاں تک ظلم کئے کہ عراق میں کوئی بھی شیعیانِ علیؑ میں سے باقی نہیں رہا۔

اصلیت اور خرابیاں:۔

معاویہ میں انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں تھی نہ اس میں عدالت وانصاف کا نام تھا اب آپ معاویہ اور مغیرہ کی گفتگو سنیں۔ مغیرہ نے معاویہ سے کہا کہ آپ نے جی بھر کر حکومت کرلی اب زیاد کو حکومت دے دو تمہارا آخری وقت ہے۔ زیاد کو چاہئے کہ عدل وانصاف قائم کرے تاکہ اس کا نام روشن ہو اور اب بنی ہاشم کمزور ہو چکے ہیں ان کا خطرہ ٹل گیا ہے ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے تو معاویہ نے جواب میں کہا کہ ابو بکر نے انصاف سے کام لیا ھیھات ان کا کوئی نام بڑا نہیں ہوا۔ عمر نے عدل وانصاف کیا عثمان نے انصاف سے کام کیا کسی کا نام ایک دن میں ایک بار بھی نہیں لیا جاتا لہٰذا میں جب تک اس منصوبے کو نا کام نہیں کردوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔ (مروج الذھب ج۔۳، ص۔۴۵۴)

سیاست کا مقصد:۔

بہ ظاہر معاویہ مسلمان تھا لیکن کس قدر بدترین وبدبخت انسان تھا کہ دیدہ ودانستہ حکومت کے نشے میں عوام الناس کی زندگیاں اتنی تباہ کردی تھیں کہ زندہ انسان مرنے کی تمنا کرتے تھے اگر کچھ طاقتور بھی تھے تو مقابلہ نہیں کرتے تھے اور بددلی سے حکومت میں رہ رہے تھے مجبوراً لوگ سوچتے تھے کہ چلو یہ وقت بھی نہیں رہے گا اور جب معاویہ کے عقیدے کو جان چکے تھے تو نہیں چاہتے تھے کہ معاویہ کا کچھ بھی تعلق رسولؐ خدا سے رہے۔

ایسے لوگوں کی جلد ہی موت آگئی اور اتنی فرصت نہ ملی کہ زندگی کا مزہ اٹھاتے اور یونہی قید وبند میں مرگئے۔ بدکردار بھی یونہی جہالت میں مرگئے۔

باب ۲۰......

امام حسنؑ صلح کے بعد

امام حسنؑ نے صلح کے بعد مدینے میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے دس سالہ امامت میں مشکل سے چھ ماہ خلافت کی پھر آپ کی زندگی تکلیف دہ بنادی گئی حالانکہ زندگی بھر آپ یہ چاہتے رہے کہ میری زندگی اور مذہبِ اسلام اور تمام مسلمانوں کی زندگی امن سے گزرے۔

امام حسنؑ کیلئے یہ بات کتنی دردناک تھی کہ وہ معصوم ہستی کسی نجس انسان، خونی درندے کو نانا کی اُمت کو گمراہ کرتے ہوئے دیکھے۔ امام حسنؑ کو صلح کرنے کے بعد کوئی خوف و ہراس نہ تھا اور جہاں بھی حق کے خلاف کوئی بات دیکھتے تھے تو معاویہ سے جواب طلب کرتے تھے اور سختی کا برتاؤ بھی کرتے تھے۔

بہ ظاہر تو معاویہ کو حکومت دے دی لیکن بہ باطن ایسی ضرب کاری ماری کہ رہے نام اللہ کا مستقبل میں عوام الناس کی تکلیفات کم ہوں، ختم ہوں یہی امام کا مقصد تھا۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک خطیب نے حضرت رسالت مآبؐ کے خاندان کی کچھ برائی بیان کی اور اپنا دین معاویہ کو بیچنے کی کوشش کر رہا تھا وہاں تفرقہ پڑنے والا تھا کہ ابن اثیر حاکمِ مدینہ نے کہا کہ ایک مکان کے اندر جا کر اس قسم کی بات کرو۔ سرِ عام نہ کرو (کیونکہ امام حسنؑ موجود ہیں)۔

امام حسنؑ کے قتل کی سازشیں :۔

معاویہ روز بروز نئی نئی تدبیریں سوچا کرتا تھا کہ امام کی زندگی کو کیسے ختم کیا جائے اور چاہتا تھا کہ امام حسنؑ کو قتل کرادے اسی خطرے کے پیشِ نظر امام زرہ پہننے لگے تھے۔

اتنے ظلم و ستم معاویہ نے امام حسنؑ پر کئے ہیں کہ جن کا گننا مشکل ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ علیؑ بن ابو طالبؑ کی ذات پر تبرا کراتا تھا جس سے امام کا دل دکھتا تھا۔ امام حسنؑ سے لوگ ڈرتے تھے مگر معاویہ نے ان کو بے خوف بنا دیا تھا۔ ایسی حالت میں امام کبھی مقابلہ کرتے تھے اور کبھی افہام و تفہیم کرتے تھے۔ ایک روز امام حسنؑ سے معاویہ نے کہا کہ آپ خوارج سے جنگ کیوں نہیں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ طالب حق سے نہیں لڑنا چاہیئے اگرچہ وہ نہیں جانتے ہیں کہ حق پر ہیں یا باطل پر مگر تجھ سے وہ اچھے ہیں کہ تو جان بوجھ کر حق سے لڑ رہا ہے اور پھر اپنے کو اچھا سمجھ رہا ہے۔

ایک روز معاویہ منبر پر گیا اور امام حسنؑ مجتبیٰ اور ان کے والد حضرت علیؑ کی برائی کرنے لگا۔ امام حسینؑ نے چاہا کہ محفل میں سے اُٹھ کر اسے روکیں۔ امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو روک دیا اور معاویہ کے جواب میں کہا کہ میرے جد رسولؐ خدا ہیں، میرے باپ علیؑ بن ابو طالبؑ ہیں، میری ماں فاطمہؑ ہیں اور اے معاویہ تیرا جد عتبہ ہے تیرا باپ ابوسفیان ہے اور تیری ماں ہندہ جگر خوارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو بدترین مخلوق ہو جس میں مکاریاں ہوں، بداعمالیاں، شرانگیزیاں بھی ہوں۔ لوگوں نے کہا آمین تو معاویہ شرمندہ ہو گیا۔

امام حسنؑ کے مصائب :۔

امام حسنؑ صلح کے بعد کچھ عرصے تک کوفہ میں رہے لیکن تنگی کی حالت میں تھے اور سب محبانِ اہلبیت و شیعہ بھی سختی میں تھے۔ زیاد بن بنی امیہ کا ارادہ تھا کہ امام کے یاور و

انصار کو گرفتار کرے۔ امام نے کہا کہ ہم نے اس سلسلے میں معاویہ کو پہلے ہی تنبیہ کر دی تھی تو زیاد نے کہا کہ ہم ایسے ویسے معاہدوں کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے ہیں بلکہ ہر وہ کام کرتے ہیں کہ ہماری حکومت قائم رہے خواہ رعایا کا اس میں کتنا ہی نقصان ہو پرواہ نہیں کرتے ہیں۔

کوفے میں امام کو پریشانی تھی تو آپ مدینہ آ گئے لیکن پھر بھی آرام نہ ملا اور مروان دم بدم آپ کو آزار پہنچاتا تھا جو ملعون بن ملعون گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا تھا۔

معاویہ نے ایسی شیطانی چالیں چلی تھیں کہ امام حسنؑ اپنے گھر میں بھی سلامتی سے نہیں رہ سکتے تھے جیسا کہ تاریخ گواہ ہے کہ امام کی بیوی ملعونہ جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر دے دیا اور ان وجوہات کی بدولت معاہدے کی رو سے امام تختِ حکومت حاصل نہ کر سکے اور یزید حکمران بن گیا۔

امام حسنؑ کی مظلومیت :۔

امام غربت اور مصائب میں گھر گئے پھر ستم بالائے ستم یہ کہ رات دن لوگ آپ کو طعنے دیتے اور برا بھلا کہتے تھے یعنی کوئی برائی لوگوں نے باقی نہ رکھی جو امام حسنؑ کے ساتھ نہ روا رکھی ہو۔

سفیان بن اللیل کہتا ہے کہ ایک روز میں اونٹ پر سوار ہوا اور امام حسنؑ کے مکان پر گیا اور دیکھا کہ کافی آدمی آپ کے اردگرد مجتمع ہیں تو میں نے سلام کیا کہ اے مومنین کے ستائے ہوئے امام آپ پر سلام ہو (السلام وعلیکم یا مذل المومنین) جواب دیا کہ وعلیکم السلام یا سفیان! میں پیادہ ہو کر امام کے پاس ہی ایک جگہ بیٹھ گیا۔ امام نے جواب طلب کیا کہ تم نے مجھے مذل المومنین کیوں کہا ہے۔ کہنے لگا کہ آپ نے ہم کو خوار کر دیا ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا ہماری عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیا اور خلافت و حکومت باغی

معاویہ کے ہاتھ میں دے دی۔ فرمایا کہ جب تم حق کا پتہ لگا لو گے تو راہِ حق پا جاؤ گے پھر عمل کرنا۔

حجر عبیدہ بن عمر کندی کے ہمراہ امام کے پاس آیا اور کہا کہ (درحالیکہ اس صلح سے یہ لوگ بے زار تھے)۔ اگر آپ (اے امام) اور ہم مر جاتے تو بہتر ہوتا کہ آج کا دن (ذلیل زندگی) دیکھنی نصیب نہ ہوتی۔ ہم تو زمانے بھر میں خوار ہو گئے۔ امام کا رنگ بدلا امام نے بہت پیار محبت سے کہا کہ تم ہم کو دوست رکھتے ہو ہم تم کو دوست رکھتے ہیں عوام بھی تم کو دوست رکھتے ہیں۔ ہم نے یہ صلح تمہاری جان کی حفاظت کیلئے کی ہے اور انشا اللہ اچھا دن بھی آنے والا ہے اور اسی طرح سے دوسرے آدمی نے سرِ راہ پکڑ کر ذلیل کرنا چاہا۔ کہنے لگا:

اللہ اکبر اے حسنؑ اشرک ابوک ثم اشرک انت

اے امام حسنؑ کیا تم بھی اپنے باپ کی طرح مشرک ہو گئے (معاذ اللہ) اور نیزہ لے کر امام کی ران میں مارا جس سے زخم پڑ گیا، ہڈی کو نقصان پہنچا غرض چاروں طرف سے طعنوں کی بھرمار تھی کہ آپ نے صلح کیوں کر لی لیکن بعد میں یہ لوگ کافی پشیماں ہوئے کہ امام کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔ پھر معاویہ کا اتنا ظلم بڑھا کہ لوگوں نے خطوط لکھ کر امام کو دعوت دی کہ آپ آ کر حکومت سنبھالیں۔

امام حسنؑ نے دوبارہ حکومت کیوں نہ کی :۔

اب لوگوں نے امام کو حکومت کی دعوت دی تو امام نے اس لئے قبول نہیں کی کہ خطا کرنے والے کو دوبارہ آزمانا بھی خطا ہے۔ اب معاویہ کی پوری کوشش یہی تھی کہ جو معاہدہ صلح ہوا ہے وہ توڑ دیا جائے۔ ابھی تک معاویہ کو اچھا سمجھ کر (خال المومنین) کہا جا رہا تھا دھیرے دھیرے آگ [illegible] رہی تھی لیکن حالات کچھ اس قسم کے پیدا کر دیئے

گئے تھے کہ امام کو قتل کر دیا جائے اور مکاری سے معاویہ امام کا طرف دار بن کر خون کا بدلہ طلب کرے اور یہ بات امام کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ لوگوں پر ظلم و ستم کے ذریعے تسلط قائم کر کے حکومت کریں۔ چنانچہ لوگوں نے اچھا سمجھتے ہوئے امام کو خود ہی حکومت کی پیشکش کی۔

یہ بات تو صرف امام کے اختیار کی ہے کہ وہ اگر راضی خوشی حکومت کرنا پسند کریں تو لوگوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ امام کی ہر طرح اطاعت کریں اور اگر حکومت کرنا ناپسند کریں تو بھی رعایا (عوام الناس) امام کا حکم مانیں یعنی امام کی اطاعت ہر حال میں لازمی ہے اور آخر میں یہ بات کہنی لازمی ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں اللہ کی طرف سے اس کا نمائندہ دین کی حفاظت کیلئے موجود ہوتا ہے اس لئے امام کے حکم کو (سمعاً و طاعتاً) قبول کیا جائے اور چوں و چرا نہ کی جائے۔

❁❁❁

باب ۲۱......

حضرت امام حسنؑ کی شہادت

یہ ایسے امام ہیں جنہوں نے حکومتِ وقت سے معاہدہ کر کے دین کو محفوظ رکھا ہے۔ دین اسلام کی حکومت قائم کی ہے لیکن کیا کہا جائے معاویہ کی شیطانی چالوں کے بارے میں کہ کس طرح گھر کے اندر سازش کر کے امام کی بیوی کو بھڑکا کر زہر دے کر شہید کرا دیا گیا اور یہ واقعہ ۲۸ صفر/ پچاس ۵۰/ ہجری کا ہے۔ امام حسنؑ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے نانا رسولؐ اللہ کے پہلو میں دفن کرنا لیکن بنی امیہ کے گھرانے والوں نے سفارش کر کے، مروان بن حکم، سعد بن عاص، حاکمِ مدینہ وغیرہ، حضرت عائشہ سب خلاف ہو گئے اور امام حسنؑ کے جنازے پر تیر برسائے گئے، لاشہ خون سے سرخ ہو گیا، کفن سرخ ہو گیا۔

بے شمار و بے حد درود اور سلام ہوں ہمارے امام حسنؑ کی ذات پر کہ جنہوں نے اسلام کے شہیدوں کے خون کی حفاظت فرمائی اور ہمیشہ عوام الناس پر نظر رحمت رکھی۔

❁❁❁

مرثیہ در حال امام حسن علیہ السّلام

مرزا دبیرؔ

کیا خلق حسن تھا حسنؑ سبز قبا میں — کیا خوب فضائل تھے شہ ارض و سما میں
سرجدۂ حق میں تو قدم راہِ وفا میں — دلِ یادِ خدا میں تو زباں ذکرِ خدا میں
ان کے لیے قرآن تھا وہ قرآن کی خاطر
سینہ سپر حفظ تھا ایمان کی خاطر

لکھا ہے سرِ پاک سے تا سینۂ انور — محبوب الٰہی سے مشابہ تھا وہ سرور
اور سُرخ و سفید آپ کا تھا رنگ مطہر — گردن کی صفا طلعت خورشید سے بہتر
رخسار سے نسبت نہیں کچھ شمس و قمر کو
اِک شب کو نثار اُس پہ کروں ایک سحر کو

ہے نام حسنؑ حُسن میں وہ چہرۂ اسلام — مشتق حسنات ابدی سے ہوا یہ نام
اُس خاصۂ اللہ کا انعام تھا یہ عام — سب خاص بھی اور عام بھی سب موردِ انعام
آنکھوں میں حیا زور خداداد بدن میں
موجود تھے سارے حسنات ایک حسن میں

طفلی میں حسنؑ کھیلتے تھے بچوں کے ہمراہ — وارد مع اصحاب محمدؐ ہوئے ناگاہ
خوش ہو کے بڑھے سوئے حسنؑ سیّدِ ذیجاہ — نانا سے عجب ناز نواسے نے کیا واہ
وہ چاہتے تھے گود میں لیں مہر شرف کو
پر دوڑتے پھرتے تھے حسنؑ چار طرف کو

مولا ادھر آتے یہ اُس سمت کو جاتے — جاتے وہ ادھر کو تو حسنؑ اس طرف آتے
اس امر میں بشاش حسنؑ کو جو وہ پاتے — دانستہ نبیؐ پاؤں کو آہستہ اُٹھاتے
یعنے کہ نہ خاطرِ شکنی ہوئے حسنؑ کی
سرسبز رہے بات مرے غنچہ دہن کی

حضرت سے یہ ہنس ہنس کے حسن کہتے تھے پیہم — نانا ہمیں پکڑو تو بھلا دوڑ کے اس دم
حضرت یہی فرماتے تھے ہو کر خوش و خرم — جاتے ہو کہاں دیکھو پکڑتے ہیں تمہیں ہم
نانا سے پر اس بات کا اقرار کرو تم
ہم گود میں لے لیں تو ہمیں پیار کرو تم

حضرت نے کئی بار تو دل ان کا بڑھایا — پھر دوڑ کے گودی میں نواسے کو اُٹھایا
ہنس کر کہا ہم نے تمہیں پایا کہ نہ پایا — وہ بولے کہ لو آپ ہی میں گود میں آیا
بوسے دئے حضرت نے نواسے کے دہن پر
پھر سوچ کے کچھ رونے لگے حالِ حسنؑ پر

پچیس حج کعبہ کئے شہ نے پیادہ — اللہ ری توانائی اور اللہ رے ارادہ
اور برہنہ پا ہی گیا عالم کا خوزادہ — تا خانۂ معبود کا رتبہ ہو زیادہ
پایانِ عبادت ہے نہ کچھ حدِ سخا ہے
اس سے یہ زیادہ ہے تو وہ اس سے سوا ہے

مرکب پہ سوار آتے تھے اک دن شہ ذیجاہ — اک جا نظر آئے فُقرا رستے میں ناگاہ
مخزوں تھے اور کھاتے تھے کھانا نادہ سرِ راہ — حضرت کو جو دیکھا تو کہا آیئے یا شاہ
کیا حکم تھا قربان شہ جنّ و بشر کے
کھانا لگے کھانے وہیں گھوڑے سے اُتر کے

جب کھا چکا کھانا پسر صاحبِ معراج　　بولا یہ فقیروں سے وہ کونین کا سرتاج
تم سب کی طرح میں بھی ہوں اک بندۂ محتاج　　محتاج کی دعوت بھی پذیرا کرو تم آج
مجھ سا نہیں مسکین و غریب اور جہاں میں
تم آج قدم رنجہ کرو میرے مکاں میں

تب گردِ حسنؑ پھر کے وہ کرنے لگے گفتار　　صدقے ترے اخلاق کے اے عاشقِ غفار
اتنا بھی نہ کر عجز کہ ہم ہوئیں گنہگار　　حاضرِ بسر و چشم ہیں اے سیّد ابرار
لذت وہ کہاں نعمتِ دنیائے دنی میں
ہے ذائقہ جو آپ کی شریں سخی میں

آئے درِ مولا پر سر شام وہ مہمان　　محتاجوں کو کھلواتے تھے کھانا شہ ذیشان
ان کو بھی طلب کر کے کیا موردِ احسان　　اور سامنے ہر اک کے رکھی نعمتِ الوان
وہ خوان کرم مثلِ فلک پیش نظر تھا
جو ظرف تھا وہ غیرتِ خورشید و قمر تھا

وہ خوان تھا مثلِ دل فیاض کشادہ　　اور حوصلے سے حرص کے تھا رزق زیادہ
تھے پانی کے ساغر لیے خدام ستادہ　　اور صرفِ مدارات دو عالم کا خوزادہ
بابا کا تو یہ حال تھا الطاف و عطا میں
قاسم کو نہ پانی بھی ملا کرب و بلا میں

کہتے ہیں ہوئے تھے وہ مساکین جو مہمان　　اُن میں سے تصور یہ کیا ایک نے اس آن
مہمانوں کی خاطر تو ہے دعوت کا یہ سامان　　ہوئے گی بہت تحفہ غذائے شہ ذیشان
حضرت سے کہا صدقے میں یا شاہ تمہارے
بندہ تو غذا کھائے گا ہمراہ تمہارے

مطلب کو سمجھ کر کہا حضرت نے کہ اچھا　　مہمانوں کی دعوت سے جو فارغ ہوئے مولا
خادم سے کہا قُوت ہمارا بھی اٹھالا　　مہمان سے فرمایا کہ تو پاس مرے آ
مہمان نے جو دیکھا کہ غذا اور نہیں ہے
تھوڑا سا نمک سوکھی سی اک نان جویں ہے

مہمان سے حضرت نے کہا ہنس کے کہ لے کھا　　وہ ہو کے خجل کہنے لگا اے شہ والا
یہ نان جویں ٹوٹے گی دانتوں سے نہ اصلا　　شہ نے کہا ہم تو یہی کھاتے ہیں ہمیشہ
وہ تحفہ غذا خاص برائے فقرا ہے
ہم فاقہ کشوں کی یہی دنیا میں غذا ہے

تنہا نہ حسنؑ کھاتا غذا ہوتی جو بہتر　　مہمانوں کو اپنی میں کھلا دیتا مقرر
اس نان جویں سے ہے تو بیزار برادر　　اکثر ہمیں یہ بھی نہیں ہوتی ہے میسّر
لذّت جو ہے اس میں وہ سنائی نہیں جاتی
جز آلِ نبیؐ اور سے کھائی نہیں جاتی

ہے والد ماجد کو مرے اس سے بھی انکار　　پیسے ہوئے جو جس میں نمک بھی نہیں زنہار
روزے کو علیؑ اس سے کیا کرتے ہیں افطار　　کہتے ہیں حساب اس کا بھی محشر میں ہے دشوار
طالب ہوں ہر اک لحظ غریبوں کی خوشی کا
غم کھاتا ہوں محتاجوں کی میں فاقہ کشی کا

پھر اور طعام اس کے لئے شہ نے منگایا　　اشفاق سے الطاف سے مہماں کو کھلایا
یہ خلق تو حصہ میں کسی کے نہیں آیا　　خالق سے فقط سیّد مسموم نے پایا
لطف و کرم و حلم و حیا ختم ہے اُن پر
جود و ہم و مہر و وفا ختم ہے ان پر

ہنگام وضو ہوتے تھے زرد آپ کے رخسار　　ہر عضو لرزتا تھا دم طاعتِ غفار
تھی بعد نمازوں کے خدا سے یہی گفتار　　موجود ترے سامنے ہے تیرا گنہگار
عقدے مرے حل کر مرے عصیاں کو بحل کر
اور نور سے عرفان کے منوّر مرا دل کر

گھر اپنا لٹایا رہِ معبود میں دوبار　　مال و زر و اسباب نہ باقی رہا زنہار
اک حاکم مفسد نے لکھا سن کے یہ اخبار　　اسراف میں تو خیر نہیں اے شہ ابرار
حضرت نے کہا خیر میں اسراف نہیں ہے
اسراف حسنؑ ہے تجھے انصاف نہیں ہے

اصحاب سے اکثر یہ نبی کرتے تھے تقریر　　ایسا بھی ہے دنیا میں کوئی صاحبِ توقیر
نانا ہو نبیؐ جس کا پدر صاحبِ شمشیر　　واللہ کہ کوئی نہیں جز شبّرؑ و شبیرؑ
باعث مری زینت کے یہ دو ماہِ جبیں ہیں
ایسے کسی نانا کے نواسے تو نہیں ہیں

لکھا ہے کہ بیمار تھے پیغمبرؐ خوش ذات　　سبطین عیادت کو گئے فاطمہؑ کے سات
پایا نہ انھیں ہوش میں تو ملنے لگے ہاتھ　　فرزندوں سے زہراؑ نے یہ اس وقت کہی بات
بیمار کی بالیں پہ نہیں روتے ہیں پیارو
اب گھر میں چلو تم کہ نبیؐ سوتے ہیں پیارو

پھر ہوش ذرا تپ سے محمدؐ کو جو آیا　　ہاتھوں کو سوئے شبّرؑ و شبیرؑ بڑھایا
پر سوچ کے کچھ رہ گئے یہ ان کو سنایا　　ہونا نہ خفا تم کہ گلے سے نہ لگایا
بیمار ہوں تپ نے مجھے کمزور کیا ہے
وسواس سے تم کو نہیں گودی میں لیا ہے

پیار آج کا تم دونوں پہ باقی ہے ہمارا　　ہوگی جو شفا اونٹ ہوں گا میں تمہارا
یہ کہہ کے جو غش آیا محمدؐ کو دوبارا　　نانا بھی نواسوں کو تھا اس مرتبہ پیارا
پہلے تو وہ رویا کئے بالیں سے ہٹ کر
پھر پہلو میں سو گئے نانا سے لپٹ کر

جب شام ہوئی دونوں ہوئے خواب سے بیدار　　اس وقت بھی بیہوش ملے احمد مختار
دیکھا تو نظر آئی نہ واں مادرِ غمخوار　　گھر اپنے چلے دل سے یہ کرتے ہوئے گفتار
بیہوش ہیں یہاں جد خوش اوقات ہمارے
پہنچانے کو چلتے تھے نبیؐ ساتھ ہمارے

تاریک تھی شب اور بارش کا بھی طغیاں　　گہ برق درخشاں تھی گہے رعد خروشاں
اعجاز سے پر ان کے مہیّا تھا یہ ساماں　　اک نور تھا مشعل کی طرح آگے نمایاں
تر بارش باراں سے نہ اصلا سر و تن تھا
ایک ایک قدم ابر کرم سایہ فگن تھا

یوں گھر کی طرف آتے تھے باصد شرف و جاہ　　طے کرتے تھے رستا پہ نہ تھے رستے سے آگاہ
وہ راہِ نمائے دو جہاں بھول گئے راہ　　اور بھول کے اک باغ میں وارد ہوئے ناگاہ
رستے میں تھکے تھے جو وہ دلدار علیؑ کا
واں سو گئے وہ طالع بیدار علیؑ کا

یاں گھر میں پیمبرؐ ہوئے خواب سے بیدار　　پوچھا کہ کہاں ہیں مرے پیارے مرے دلدار
یاں آپ تھے بیتاب وہاں فاطمہؑ ناچار　　اس عرصے میں دروازے تلک آئیں کئی بار
کہتی تھی کہ آنے نہ دیا مینھ میں نبیؐ نے
پیاروں کو سُلا رکھا رسولِ عربی نے

پر جب یہ خبر پائی کہ واں بھی نہیں وہ لال — خدمت میں نبیؐ کی گئی وہ مضطرب الحال
اور بولی کہ میں زیرِ فلک کھولتی ہوں بال — گم ہوئے بابا مرے فرزندِ خوش اقبال
بھو کے یہاں آئے تھے ماں باپ کے گھر سے
کیا جانے کس سمت گئے آپ کے گھر سے

گھبرا کے اُسی تپ میں اٹھے احمد مختار — اس واقعہ سے بھول گئے اپنے بھی آزار
اور رو کے سوئے قبلہ یہی کہتے تھے ہر بار — یارب کہاں فاقے سے گئے ہیں مرے دلدار
اس عارضہ میں مجھ کو عنایت یہ دوا ہو
مل جائیں نواسے تو ابھی مجھ کو شفا ہو

دروازے سے نکلے جو نبیؐ مضطر و رنجور — اِک نور ملا ہمصفتِ روشنیٔ طور
وہ نور فقط راہ نمائی پہ تھا مامور — یہ نورِ الٰہی ہوا راہی عقب نور
جس باغ میں نیند آئی تھی سبطین نبی کو
یہ نور وہیں لایا رسولؐ عربی کو

جب مثلِ صَبا آپ پھرے باغ میں ہر جا — خوابیدہ نواسوں کو عجب شان سے دیکھا
باراں تو برستا ہے پر ان پر نہیں اصلا — سایے کے لئے ابر کا دامن ہے مہیا
شبیرؑ کا تو ہاتھ ہے شبّر کے گلے میں
اور ہاتھ حسنؑ کا ہے برادر کے گلے میں

اکِ مارسیہ بھی ہے مقیم ان کے برابر — ہیں صورتِ نے موئے بدن اس کے سراسر
اور قدرت اللہ سے موجود ہیں دو پر — اک پر ہے بچھا زیرِ حسینؑ اک تہ شبّر
تکبیر کہی احمدؐ مرسل نے خوشی سے
وہ مارسیہ ہٹ گیا آوازِ نبیؐ سے

مولا نے کہا اس سے کہ حال اپنا تو بتلا — اعجاز نبوت سے وہ افعی ہوا گویا
میں پیک ہوں جنات کا اے سیّد والا — اک آیۂ قرآن کی ہے تحقیق کو بھیجا
اس دم تھا فقط میرا گذر آپ کی جانب
دل آپ کی جانب تھا نظر آپ کی جانب

وارد جو ہوا یاں تو ندا آئی یہ اک بار — کیوں جاتا ہے آتے ہیں مہمان احمدؐ مختار
اس باغ میں سوتے ہیں مرے دوست کے دلدار — فرزندوں سے زہراؑ کے خبردار خبردار
اس وقت تلک تابع فرمان خدا ہوں
گنجینۂ زہراؑ کا نگہبان رہا ہوں

حضرت نے دعا دی اسے آیہ بھی بتایا — کاندھے پہ نواسوں کو چپ و راست بیٹھایا
اس باغ سے نکلے تھے کہ حیدرؑ کو بھی پایا — پوچھا کہو زہراؑ نے ہے کیا حال بتایا
آگاہ کرو فاطمہؑ زہراؑ کی خبر سے
وہ ڈھونڈھنے کو اُن کے تو نکلی نہیں گھر سے

حیدرؑ نے کہا پوچھئے زہراؑ کا نہ کچھ حال — دروازے پہ روتی ہیں کھڑی کھولے ہوئے بال
اور ہے یہ دعا حق سے کہ جلد آئیں مرے لال — صد شکر ملے آپ کو یہ دونوں خوش اقبال
پر تپ سے ابھی ضعف ہے حضرت کے بدن کو
شبیرؑ کو لیں آپ مجھے دیجے حسنؑ کو

حضرت نے حسنؑ سے کئے مڑ مڑ کے اشارے — تم گود میں بابا کے چلو گے مرے پیارے
پہلے تو حسنؑ بولے نہیں پھر یہ پکارے — کیا دوش پدر خوب ہے کاندھے سے تمہارے
شبیرؑ سے پوچھا کہ رضا آپ کی کیا ہے
وہ بولے وہی جو مرے بھائی نے کہا ہے

اے یارو سنی شبّر و شبیرؑ کی تقریر — اب یاد کرو حادثۂ شبّر و شبیرؑ
وہ ظلم و جفا زہر کی وہ برش شمشیر — دونوں کے لئے رتبے برابر ہوئے تحریر
یکساں ہیں شہادت میں مصیبت میں بلا میں
ہم رتبہ ہیں ہمت میں شجاعت میں سخا میں

ہنقاد دو تن تھے سر مظلوم کے یاور — ٹکڑے ہوئے وہ روبروے سبط پیمبرؐ
گو اپنے مدگاروں کو روئے نہیں شبّر — پر گنتی میں ٹکڑے تھے کلیجے کے بہتّر
گر نیزے لگے دل میں شہ تشنہ دہن کے
منھ تیروں کا برسا ہے جنازے پہ حسنؑ کے

شبیرؑ کے اند وہ تو ہیں شہرۂ دنیا — دیکھو کہ حسنؑ پر بھی پڑے حادثے کیا کیا
کل پانچ برس کے تھے اٹھے سر سے جو نانا — بعد ان کے گرفتارِ رسن باپ کو دیکھا
جی بھر کے نہ ماں کے لئے روئے تھے جہاں میں
جو ہو گئے بن باپ کے ماہِ رمضاں میں

جب زیب وہ تختِ امامت ہوئے مولا — اعدا میں ہوا مشورۂ قتل ہر اک جا
دیندار تھے کم اور بہت طالب دنیا — دشمن سے بہ جز صبر نہ چارہ کوئی دیکھا
شبیرؑ کے تو ساتھ بہتّر رفقا تھے
دو چار بھی ایسے نہ یہاں اہل وفا تھے

لکھا ہے مدائن میں جو آئے شہ ذیجاہ — اور صلح سے دشمن منافق ہوے آگاہ
جو دوست تھے ظاہر میں وہ سب ہو گئے بدخواہ — غارت کو چلے سوئے خیام حرم شاہ
مانی نہ کوئی بات امام مدنی کی
بیعت شکنی ایک طرف دل شکنی کی